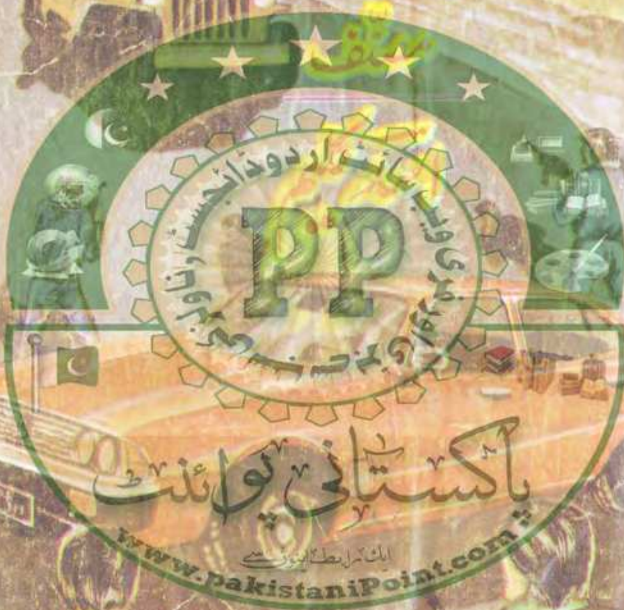
عمران سیریز

موت کا دفینہ



عمران سیریز

ایکشن سسپنس اور سراغ رسانی سے بھرپور ایک کہانی

موت کا دفینہ

مصنف :- ایم اے راحت

*

قیمت ۸ روپے

فیاض بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد

بات چیت

معزز قارئین

سلام مسنون !

"موت کا دفینہ" ایک بھیانک ایجاد کی کہانی ہے جو غیر ملکی جاسوسوں نے اڑالی اور پھر۔۔۔۔
پھر میں نہیں بتاؤں گا، یہ آپ خود ہی جان جائیں گے۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ ناول ہر لمحہ سنسنی سے بھرپور ہے۔ کہانی کی تیز رفتاری آپ کو بور نہیں ہونے دے گی۔

اس ناول کے ساتھ آپ "منصوبے کی تباہی" بھی ملاحظہ کر چکے ہوں گے۔ امید ہے، پچھلے ناول آپ کی پسند اور معیار پر پورے اترے ہوں گے۔

آئندہ کے ناول "کمپیوٹر پلان" اور "بگ باس" ہوں گے ان کی جھلکیاں، آپ اس ناول کے اختتام پر پڑھ ہی لیں گے۔

ناولوں میں اگر کوئی بات آپ کو کھٹکتی ہو یا کوئی غلطی آپ محسوس کرتے ہوں تو بلا جھجک "فیاض بک ڈپو" کی معرفت مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں، میں کوشش کروں گا کہ آپ کی شکایت اور اپنی غلطی دور کر سکوں۔

اب اجازت

آپ کا
اسد کلیم

پاکستانی وقار عظیم

ایڈیٹ ڈاکٹ کام

عمران کی ٹو سیٹر، دارالحکومت کی جگمگاتی سڑکوں پر ایک طرف دوڑی جا رہی تھی، رات کا وقت تھا، لیکن دارالحکومت روشنیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ دکانیں پوری آب و تاب سے جگمگا رہی تھیں۔ نیون سائن رنگ برنگے ڈیزائن دکھا رہے تھے۔ عمران ان دنوں رات کے وقت سیر و تفریح کیا کرتا تھا۔ وہ ہر روز مشہور نائٹ کلبوں میں اپنا وقت گزارتا تھا۔ آج اس کا پروگرام "بیروڈی" میں وقت گزارنے کا تھا۔ اس کی خوبصورت کار جگمگاتی سڑکوں پر دوڑتی ہوئی ایک بارونق علاقے میں نکل آئی۔ بیروڈی کلب یہیں تھا اس کی خوبصورت عمارت روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔ پارکنگ میں طرح طرح کی کاریں موجود تھیں۔ بیروڈی کلب میں اکثر غیر ملکی باشندے مقیم ہوتے تھے اسی لیے عمران آج اس طرف نکل آیا تھا۔ اس نے کار پارکنگ میں مناسب جگہ دیکھ کر کار کھڑی کی اور پھر چابیوں کو انگلیوں پر گھماتے ہوئے اندرونی داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے پر متعین ویٹر نے اس کا استقبال کیا۔ عمران ہال میں داخل ہو گیا۔ ہال میں رونق اپنے پورے عروج پر تھی، مترنم قہقہوں کا شور، سرگوشیوں کا شور، برتنوں کے کھنکھنے کا شور، یہ سب مل کر ایک عجیب سا تاثر پیدا کر رہے تھے۔ عورتیں زرق برق کے ملبوسات میں جلوہ نمائی کرتی پھر رہی تھیں،

عمران عورتوں سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا، اس لیے وہ خالی گوشہ تلاش کرنے لگا، آخر کار کونے پر ایک میز خالی دکھائی دی۔ عمران تیزی سے میز کی طرف بڑھا۔ اس وقت وہ "سوٹڈ، بوٹڈ" تھا، بے حد سمارٹ لگ رہا تھا، شاید یہی وجہ تھی کہ جونہی وہ کرسی پر بیٹھا، فوراً ایک حسین لڑکی اس کے قریب چلی آئی۔ عمران کا ذہن جھک سے اڑ گیا۔ اس نے فوراً چہرے پر احمقانہ تاثرات طاری کر لیے۔ لڑکی نے ایک ادائے ناز سے مسکراتے ہوئے کہا

"مسٹر! کیا یہاں بیٹھ سکتی ہوں"

"جی ...... جی ...... کک ...... کیا فرمایا؟" عمران نے بوکھلاہٹ کے عالم میں کہا۔ "میں نے یہاں بیٹھنے کی اجازت طلب کی تھی۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔

"تت ...... تو بیٹھ جائیے۔" عمران نے اسی انداز میں کہا اور لڑکی مسکراتی ہوئی اس کے مقابل بیٹھ گئی۔

"میرا نام شبنم ہے" لڑکی نے تعارف کرایا۔ "شبنم"؟ عمران نے حیرت سے دھرایا۔ اور پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا آپ کو شبنم کا مطلب معلوم ہے۔"

لڑکی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "جی ہاں"! شبنم کا مطلب ہے "اوس" ہے۔

"جی نہیں" کسی حد تک آپ صحیح کہہ رہی ہیں لیکن شبنم کا اصل مطلب کچھ اور ہی ہے۔" عمران نے کہا۔ —— "تو بتائیے! شبنم کا کیا مطلب

ہے۔؟" لڑکی مسکرائی۔
"شب، نم" عمران نے شب اور نم پر زور دیتے ہوئے کہا۔
"شب" کا مطلب کیا ہوا"؟ اس نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"رات" جواب ملا۔ اور "نم"؟" "بھیگی ہوئی" "مطلب ہوا، بھیگی ہوئی رات، یعنی روتی ہوئی رات۔" عمران نے گویا انکشاف کیا
لڑکی کے چہرے پر غصے کے تاثرات لہرانے لگے۔
"شاید آپ جمالیاتی حس سے محروم ہیں" لڑکی نے طنزیہ انداز میں کہا
"جی ہاں! جمالیاتی حس میرے لیے گمشدہ دفینہ بن چکی ہے"
عمران نے جواب دیا۔ ——— "دفینہ؟" لڑکی اچانک جھٹکے سے کھڑی ہو گئی "اوکے! پھر ملاقات ہوگی۔" یہ کہہ کر لڑکی پریشانی کے عالم میں سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔
عمران نے اس کے چہرے سے اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا کہ دفینے کے نام پر وہ بُری طرح چونکی تھی۔ اور پھر جاتے وقت اس کے چہرے پر پریشانی عمران نے خاص طور پر نوٹ کی اور اسی نتیجے پر پہنچا کہ کوئی پراسرار معاملہ ہے، جس کا تعلق براہِ راست لڑکی کی ذات سے ہے، یہ تمام خیال ایک لمحے میں عمران کے ذہن کی اسکرین پر اُجاگر ہوا۔ عمران فوری فیصلہ کے تحت اٹھ کر لڑکی کے پیچھے چل دیا۔
لڑکی بدحواسی کے عالم میں سیڑھیاں طے کر رہی تھی۔ پھر وہ ایک راہداری میں داخل ہو گئی، پریشانی کے باعث لڑکی کو اندازہ نہ ہو سکا

کہ عمران اس کے تعاقب میں ہے۔ لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی راہداری میں سے ایک دروازے کے سامنے رک گئی۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ عمران اس کمرے سے ملحقہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اتفاق سے کمرہ لاک تھا۔ اور یہ چیز عمران کے لیے پریشانی کا باعث نہیں بن سکتی تھی۔

اس نے جیب سے مخصوص قسم کا تار نکالا۔ اور لاک کے سوراخ میں ڈال کر تار کو دو تین جھٹکے سے دیئے۔ لاک کھل گیا۔ عمران دروازہ کھولتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ دروازہ اس نے اندر سے بند کر لیا تھا۔ عمران کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کلب کے ہر دو کمروں کے درمیان مشترکہ غسل خانہ ہے۔ چنانچہ وہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر دوسری طرف کے پاس آیا۔ اس نے دروازے ہینڈل کھینچا۔ خوش قسمتی سے لاک نہیں تھا۔ عمران نے دروازہ تھوڑا سا کھول کر مناسب جھری پیدا کی۔

دوسرے کمرے کا منظر دیکھتے ہی چونک اٹھا۔ سامنے ایک کرسی پہ جوان العمر آدمی رسیوں کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ سامنے بندھا ہوا تھا۔ سامنے دو آدمی کھڑے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ایک چابک نما ہنٹر پکڑا ہوا تھا۔ ایک طرف وہی لڑکی کھڑی تھی۔ جس نے اپنا نام شبنم بتایا تھا۔ اس وقت وہ کہہ رہی تھی۔

”جان ۔۔۔! مجھے خیال ہی نہیں آیا کہ آج ہم نے روانہ ہونا ہے۔ اس نے کچھ بتایا یا نہیں ؟“

"بتائے گا، ضرور بتائے گا۔" چابک والے نے سرد لہجے میں کہا۔ اور پھر اس نے چابک لہرا کر بندھے ہوئے آدمی کے جسم پر مارا، اس آدمی کے منہ سے صرف خرخراہٹ سی نکلی، اب عمران نے دیکھا، کہ بندھے ہوئے شخص کے منہ میں بھی کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا۔ اس کے چہرے پہ بے شمار زخموں کے نشانات تھے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے۔ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اس پر شدید تشدد کیا جاتا رہا ہے۔ ہنٹر والا پھر وار کرنے والا تھا کہ اس کے ساتھی نے اُسے روک دیا۔

"نہیں جان! اس پر مار کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ اب نرمی سے بھی پوچھ کر دیکھ لیتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ بندھے ہوئے آدمی کی طرف مڑا۔

"دیکھو سیم! اگر تم سچ سچ ہمیں سب کچھ بتا دو تو تمہیں فوراً چھوڑ دیا جائے گا۔" اس نے اس کے منہ سے کپڑا نکال دیا۔

"میں ایک دفعہ کہہ چکا ہوں، ...... دفینے کے متعلق کچھ نہیں جانتا" بندھے ہوئے آدمی نے اٹک اٹک کر بتایا

"تم جھوٹ بولتے ہو۔" دوسرا آدمی بھی غصے سے اکھڑ گیا، "شاید تم خود ہی موت کو گلے لگانا چاہتے ہو"

"جاڈل! میں نے پہلے کہہ دیا تھا کہ یہ نرمی سے بتانے والا نہیں۔" ہنٹر والے جان نے ہنٹر لہراتے ہوئے کہا ——— "مجھے صرف اتنا ہی معلوم ہے جتنا میں بتا چکا ہوں۔" سیم نے جواب دیا۔ جاڈل، جان کی طرف مڑا

"اس نے کیا بتایا ہے؟"

" صرف اتنا کہ ---- دفینہ سیکوائل کے سمندر میں کہیں ہے۔" جان نے جواب دیا ---- "میرا خیال ہے' یہ مزید کچھ نہیں بتائے گا۔ پروفیسر ہنزی کے متعلق بھی اس نے نہیں بتایا"؟ جاڈل نے پوچھا۔

"یہ صرف اتنا بتاتا ہے کہ حکومت ایکرام آج کل میں پروفیسر کو کسی جگہ روانہ کرنیوالی ہے۔ شاید لاسیل کے علاقے میں۔"

" تو پھر اسے زندگی کے بوجھ سے نجات دلادو" جاڈل نے سرد لہجے میں کہا۔ ---- " ٹھیک ہے جینی ! میرے سیف سے ریوالور نکال لاؤ"۔ ---- جان ' لڑکی کی طرف مڑا' جس نے عمران کو اپنا شبنم بتایا تھا' اب عمران کے لیے مزید منظر دیکھنا برداشت سے باہر تھا۔ اس وقت دونوں آدمیوں کی پشت عمران کی طرف تھی' عمران دروازہ کھول کر ان کی طرف بڑھا۔ ادھر لڑکی کی نظر اچانک عمران پر پڑ گئی' وہ بولنے کے لیے منہ کھولنے لگی لیکن آواز اس کے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔

" دوستو ! یہ کیا ہو رہا ہے ؟" عمران نے اچانک کہا۔ دونوں آدمی چونک کر پلٹے۔ اور پھر عمران کو دیکھ کر ان کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

"کون ہو تم"؟۔ ہنٹر والے نے چابک لہرایا۔

"تمہیں کیا نظر آتا ہوں ؟" عمران نے الٹا سوال داغ دیا۔ عمران کا لہجہ سن کر دونوں آدمیوں کے چہروں پر سختی چھا گئی۔

" ابھی تمہیں بتاتے ہیں کہ تم ہمیں کیا نظر آتے ہو"؟ جان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور پھر جھٹکے سے ہنٹر لہرایا اور عمران پر کھینچ مارا۔ عمران بجلی کی طرح

تڑپا۔ وہ کسی اسپرنگ کی مانند اچھلا، ہنٹر اس کے نیچے سے نکل گیا، پھر جونہی عمران کے قدم فرش پر لگے۔ عمران نے اچھل کر بھرپور ٹھوکر جان کے سینے پر ماری۔ جان کسی تنکے کی طرح اڑتا ہوا، قریبی کرسی سے ٹکرایا، اس کا سر زور سے کرسی سے ٹکرایا۔ اور وہ ہوش و حواس کھوتا چلا گیا۔ ادھر جاڈل نے بھرپور مکہ عمران کے جبڑے پر رسید کیا۔ عمران نے جھک کر اپنا بچاؤ کیا۔ اور جھکے جھکے ٹکر جاڈل کے پیٹ میں ماری، جاڈل کو سینے میں سانس اٹکتا محسوس ہوا۔

عمران نے سیدھا ہوتے ہی ہلکا سا مکہ اس کے جبڑے پر رسید کیا۔ جاڈل نے سنبھلنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ لہراتا ہوا نیچے ڈھیر ہو گیا۔ لڑکی ابھی تک حیرت سے گنگ کھڑی ہوئی تھی۔ جونہی دونوں آدمی گرے وہ بھی لہرا کر میز پر آ رہی، قیدی سیم حیرت سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا، عمران نے آگے بڑھ کر اس کی بندشیں کھول دیں۔ "شکریہ دوست! تم میرے لیے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوئے ہو" سیم نے تشکر بھرے لہجے میں کہا۔ عمران نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"آؤ میرے ساتھ!" عمران کمرے کے خارجی دروازے کی طرف بڑھا سیم لڑکھڑاتے قدموں اس کے پیچھے چل پڑا۔ عمران دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ سیم اس کے پیچھے تھا۔ وہ دونوں کلب سے باہر آ گئے۔ چند لمحوں بعد دونوں کار میں جا رہے تھے۔ کار میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ عمران نے ایک قریبی ہوٹل کے سامنے کار روک دی۔ وہ دونوں ہال میں ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔ عمران نے کافی منگوائی اور پھر عمران نے گفتگو شروع کی۔

"مسٹر سیم! یہ لوگ کون تھے؟" عمران نے پوچھا۔ سیم نے کافی سپ

کر کے پیالی میز پر رکھی، اور پھر جواب دیا۔
" میں خود نہیں جانتا، یہ لوگ کون ہیں، مجھے تو میری لاعلمی میں اغواء کر لیا گیا۔ ـــــــــ " اگر مجھ پر اعتماد کرتے ہو تو بتا دو کہ دفینے اور پروفیسر رینزی کا کیا چکر ہے ؟ ذہن سے ہر بوجھ اتار کر مجھے بتاؤ، میں تمہاری مدد کروں گا۔" عمران نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔
" کیوں نہیں "ـــــ مجھے اپنے محسن پر مکمل اعتماد ہے"، سیم نے جواب دیا۔ اور چند لمحوں کے توقف کے بعد یوں گویا ہوا۔
" یہ ایک طویل کہانی ہے میرے دوست !ـــــ ایک بھیانک کہانی ہے اس کی ہولناکی نہ جانے کب تک قائم رہے گی۔ حکومت ایکرام ایک بڑی طاقت ہے۔ اصل میں، میں ایکرام کا ہی باشندہ ہوں، میں پروفیسر کے اسسٹنٹ کی حیثیت سے " ایٹمک لیبارٹریز " میں کام کرتا تھا۔ پروفیسر رینزی نے دو سائنسدان دوستوں کے ساتھ " ایٹمی جراثیم" ایجاد کیے، یہ جراثیم دو ایٹم بموں سے بھی زیادہ مہلک نوعیت کے ہیں۔ ایجاد ابھی وسیع پیمانے پر نہیں ہوئی تھی، ہماری ایٹمک لیبارٹری ایکرام کی سرحد پر ہے۔
ایٹمی جراثیم سنٹرل لیبارٹری تک پہنچانے کی ضرورت پیش آئی۔ تو ایٹمی جراثیم تین بموں کی شکل میں روانہ کر دیئے گئے۔ خشکی کے راستے سنٹرل لیبارٹری تک ایٹمی جراثیم لے جانے میں خطرہ تھا، چنانچہ سمندر کے راستے پر سفر طے کرنے کا پروگرام بنایا ـــ ی جراثیم کے متعلق کسی کو خبر نہیں کی گئی تھی، صرف معدودے

چند افراد کو اس کے متعلق علم تھا۔ رازداری کی خاطر بحری جہاز میں صرف پانچ افراد سفر کی غرض سے موجود تھے۔ انہی میں، میں بھی شامل تھا۔ بقیہ افراد میں سے دو پروفیسر رینزی کے وہی دونوں سائنسدان دوست تھے۔ باقی دو جہاز کے کیپٹن اور منتظم تھے۔ بہرحال ایٹمی جراثیم کے سیل بند ڈبے بالم احتیاط سے جہاز میں لادے گئے۔ اور جہاز روانہ ہو گیا، سینکڑوں میل کا سفر تھا ایک دن سفر میں گزر گیا، دوسرے دن اچانک سمندری طوفان نے آلیا۔

ہمارا جہاز ہنگامی حالت میں آبدوز میں بھی تبدیل ہو سکتا تھا چنانچہ آبدوز کی شکل دی جانے لگی، لیکن بدقسمتی سے میں جہاز کی ریلنگ کے پاس کھڑا تھا۔ چنانچہ دھچکے سے سمندر میں گر پڑا۔ گرتے وقت میں نے صرف اتنا دیکھا کہ جہاز آبدوز میں تبدیل ہونے سے پہلے ڈوب رہا تھا اور اس میں پانی بھرتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔

آنکھ کھلی تو ساحل پر تھا، بمشکل اٹھا، اور لفٹ لے کر شہر پہنچا سنٹرل لیبارٹری کو بذریعہ فون اس سانحے کی اطلاع دی۔ مجھے سنٹرل لیبارٹری میں بلا کر واقعات پوچھے گئے، پھر ایک تحقیقی جماعت کے ہمراہ بذریعہ ہیلی کاپٹر مجھے اس جگہ لے جایا گیا۔ جہاں جہاز غرق ہوا تھا۔ لیکن مجھے جگہ یاد نہیں رہی تھی، اندازے سے ایک جگہ بتائی، غوطہ خور سمندر کی تہہ میں دور دور تک جہاز کو تلاش کرتے رہے، لیکن ناکامی ہوئی، ایک مہینہ گزر گیا، جہاز کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ میں پاکیشیا میں آ گیا، لیکن ان لوگوں نے مجھے اغواء کر لیا۔ اور اس گمشدہ دفینے کے بارے میں پوچھنے لگے۔ اب مجھے وہ علاقہ

اور جگہ ہلکی ہلکی یاد آرہی ہے ۔"
سیم نے خاموشی اختیار کر لی۔ عمران توجہ سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ سیم کے چپ ہونے پر عمران نے پوچھا ـــــ" تم نے اس جگہ کے متعلق ان لوگوں کو بتا دیا تھا ۔؟"

"نہیں ! صرف علاقے کا نام بے خبری میں نکل گیا تھا۔" سیم نے جواب دیا عمران بولا ـــ" مجھے اس جگہ کا نقشہ سمجھا دو ، مکمل طور پر ، میں ایک بین الاقوامی خطرہ محسوس کر رہا ہوں ۔" عمران نے کاغذ ، پنسل اس کی طرف بڑھا دی ۔ سیم اس پر تفصیلی نقشہ اجاگر کرنے لگا۔ نقشہ ، علاقے کا نام ، ارد گرد کی نشانیاں یہ سب اس نے کاغذ پر لکھ کر عمران کو دے دیا۔ عمران نے کاغذ جیب میں رکھا اور بولا

"کیا تمہیں بین الاقوامی خطرے کا احساس نہیں ہوا ؟"

"ہوا ہے ، اگر وہ دفینہ کسی کے ہاتھ لگ گیا ، تو طاقت کا توازن صرف ایک طرف کو جھک جائے گا۔ دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔ ایٹمی جراثیم ہمیشہ کے لیئے دفینہ نہیں رہیں گے۔ کوئی نہ کوئی ڈھونڈ نکالے گا۔ اور پھر ... پھر دنیا یقینی تباہی میں ملوث ہو جائے گی۔ مجھے اس خطرے کا اچھی طرح احساس ہے نہ جانے ایٹمی جراثیموں کا راز کس طرح پھیل گیا ہے۔" سیم نے جواب دیا۔

"پروفیسر رینزی لاسیل میں کب لے جائے گا "؟ عمران نے پوچھا اس کی نظریں بغور سیم کا جائزہ لے رہی تھیں ـــــ" کل دوپہر کو ، کیوں ،

کوئی خاص بات ہے ؟ " یہ کہتے ہوئے سیم نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا۔

" ہاں ـــــ ! ان کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے" عمران نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ واقعی ! اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا" سیم نے چونک کر کہا۔ ــــــ " تو پھر ہمیں ـــــ ان کی کسی طرح حفاظت کرنی چاہیئے ۔ ورنہ ایٹمی جراثیموں کے دفینے کا راز ہر ایک کی زبان پر ہو گا۔"

عمران نے کہا اور سیم سر ہلانے لگا۔ چند لمحوں تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر بولا

" میں ایک الجھن میں مبتلا ہوں ، کیا تم کسی خاص حیثیت کے مالک ہو جو اس بین الاقوامی معاملے میں اتنی دلچسپی لے رہے ہو" ؟ ۔

عمران مسکرایا۔ پھر بولا۔ " ہاں ! یہی سمجھ لو ' بہر حال ' تم اس ہوٹل میں ٹھہرو گے ' میں کل صبح تمہیں یہیں سے ریسیو کر لوں گا" عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے ان کا رخ کاؤنٹر کی طرف تھا۔ عمران نے کاؤنٹر پر سیم کے متعلق اندراج کرا کے ایک کمرہ حاصل کیا اور پیشگی ادائیگی کر دی۔ پھر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔ جونہی وہ زینے کے اختتام پر پہنچے ' اچانک سیم کے منہ سے زوردار چیخ نکلی ' اور پھر وہ لڑکھڑا کر نیچے گرنے لگا۔ عمران نے چونک کر اس کے گرتے جسم کو سنبھال لیا۔

سیم کے چہرے پر انتہائی اذیت بھرے تاثرات تھے۔ اچانک عمران نے اپنے ہاتھ پر گرم سیال محسوس ہوا۔ تب اسے پتہ چلا کہ سیم کی پشت سے خون نکل رہا ہے۔

_______ سیم کی سانس اکھڑنے لگی تھی، عمران سمجھ گیا، کسی نے پشت سے وار کیا تھا۔ عمران چونکہ سیم سے آگے تھا اس لیے محفوظ رہا تھا۔ سیم کے لبوں سے ہلکی ہلکی کوئی آواز نکلی، عمران اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

"مم ... میری جیب ... جیب میں ... نق ... نقشہ" ان الفاظ کے ساتھ ہی سیم کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی، ہال میں موجود تمام افراد عمران کے ارد گرد کھڑے حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ عمران نے سیم کی لاش فرش پر ڈال دی، اور کیپٹن فیاض کو فون کرنے کے ارادے سے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کیپٹن فیاض کو فون کیا اور لاش کے پاس چلا آیا۔ کچھ لوگ اس بات کے گواہ تھے کہ سیم پر ہال کے دروازے کی طرف سے فائر ہوا ہے

چند لمحوں بعد کیپٹن فیاض اپنے عملے کے ساتھ آ گیا۔ ضابطے کی کارروائی مکمل کی جانے لگی، عمران نے تمام تفصیل فیاض کو بتا دی۔ لیکن اٹامی ہیرا سیم کے متعلق بھی نہ بتایا۔ اور خود باہر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ کار میں بیٹھ کر اس نے جیب سے وہ نقشہ نکالا جو سیم کی جیب سے نکالا تھا، اور دوبارہ جیب میں ڈال کر کار آگے بڑھا دی۔

دوسری صبح عمران اپنی ٹیم کے ہمراہ ایکرام روانہ ہو گیا، صرف بلیک زیرو ساتھ نہیں تھا، لیکن عمران نے ممبروں کو یہی بتایا تھا کہ ایکسٹو وہاں پہلے ہی پہنچ چکا ہے۔ جوزف اور جولیا بھی ساتھ نہیں تھے، سر سلطان کو اس نے تمام تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور رازداری کا کہہ دیا تھا۔ طیارے میں وہ الگ الگ بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران کے علاوہ سب ممبران میک اپ میں تھے

جہاز کو پرواز کیے کافی دیر ہو چکی تھی، پندرہ منٹ بعد وہ ایکرام میں پہنچنے والے تھے۔ اچانک جہاز میں، ایک بھاری آواز گونج اٹھی۔

"سب لوگ اپنی جگہ اطمینان سے بیٹھے رہیں، جہاز اس وقت ہمارے قبضے میں ہے۔" عمران اور دیگر مسافر جہاز کے اغواء کی خبر سن کر بری طرح چونک اٹھے۔ عمران تیزی سے اٹھا۔ اسی لمحے اردگرد سے پانچ چھ آدمی اٹھے، اور اسٹین گن نکال کر عمران کی طرف تان لیں۔

"اپنی جگہ پر رہو"۔ ایک اسٹین گن بردار نے کرخت لہجے میں کہا۔ عمران خاموشی سے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا، تمام مسافر اضطراب کے عالم میں پہلو بدل رہے تھے۔

"سب لوگ حفاظتی بیلٹس کس لیں، جہاز لینڈ کرنے والا ہے" اسپیکر میں سے آواز آئی، تمام مسافروں نے عمل کیا۔ چند لمحوں بعد جہاز لینڈنگ کرنے لگا، نجانے وہ کس جگہ اتر رہا تھا۔ آخر کار جہاز نے رن وے چھو لیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ رک چکا تھا۔ تمام مسافروں کو نیچے اترنے کا حکم دیا گیا۔ جہاز کو اغواء کرنے والے دس افراد تھے۔ عمران نے باہر آکر دیکھا اردگرد دور دور تک پہاڑی سلسلہ دکھا دے رہا تھا، مجموعی طور پر یہ سنسان سا علاقہ تھا۔ رن وے پرانے وقتوں کا لگتا تھا، شاید یہ کبھی جنگی مقاصد کے لیے زیر استعمال آتا تھا۔ مسافروں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی۔

چند مسلح افراد عمران کی طرف بڑھے اور اسے دیگر مسافروں سے الگ لے جاکر گھیرے میں لے لیا گیا۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو آنکھ کے مخصوص اشارے

دے کر سمجھا دیا تھا کہ وہ کوئی غلط حرکت نہ کریں، ادھر صفدر نے جب دیکھا خاص طور پر عمران کے لیے جہاز اغواء کیا گیا ہے تو اس کا ذہن تیزی سے کچھ سوچنے لگا۔

مسلح افراد نے عمران کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے۔ اس کے بعد ایک طویل قامت اسٹین گن بردار نے مسافروں سے مخاطب ہو کر کہا

"تمام مسافر جہاز میں سوار ہو جائیں، جہاز اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگا"

سب مسافر تیزی سے جہاز میں سوار ہونے لگے۔ ان چہروں پہ خوف و ہراس کی لہریں غائب ہو چکی تھیں۔ تمام مسافر اور جہاز کا عملہ جہاز میں داخل ہو گیا تھوڑی دیر بعد جہاز حرکت میں آیا۔ اور پھر وہ دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا حتیٰ کہ ایک چھوٹا سا نقطہ دکھائی دینے لگا۔ تمام مسلح افراد عمران کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ طویل قامت اسٹین گن بردار عمران کے سامنے آیا، چند لمحوں تک اُسے گھورتا رہا، اور پھر بھاری آواز میں مخاطب ہوا۔

"نوجوان! ہم نے تمہیں جو کچھ بتایا تھا وہ سب کچھ اگل دو۔ اس بات کا خیال رہے کہ اس وقت تم موت کے شکنجے میں بری طرح پھنس چکے ہو، کوئی تمہاری مدد کرنے نہیں آئے گا۔"

"ٹھیک ہے"۔ عمران پر سکون انداز میں بولا "میں سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہوں"۔ "اوکے، تو پھر اس طرف چلو" طویل قامت نے عمران کو ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عمران نے خاموشی سے قدم اسی سمت بڑھا دیئے۔ مسلح افراد اس کے آگے پیچھے چلے آرہے تھے، ایک پہاڑ کے سامنے

سے مٹی کی دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ وہ سب نمودار ہونے والے خلا سے اندر داخل ہوئے، خلا پیچھے سے دوبارہ بند ہو گیا۔ عمران کو ایک غار نما کمرے میں لے جایا گیا، طویل قامت سرغنے نے عمران سے پوچھا۔

"سیم نے پروفیسر رینزی کے متعلق کیا بتایا تھا؟"—— عمران نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔—— "اس نے صرف اتنا بتایا تھا کہ پروفیسر رینزی کو لاسیل کے علاقے میں لے جایا جائے گا، شاید آج۔"

"ہوں، تو پھر ..." طویل قامت کا فقرہ ادھورا ہی رہ گیا۔ کمرے میں سیٹی کی سی آواز گونج اٹھی، سب لوگ چونک اٹھے

"اوہ! شاید وہ آ گئے ہیں۔" طویل قامت کے منہ سے نکلا اور پھر وہ اپنے آدمیوں سے مخاطب ہوا۔—— "سب لوگ باہر آ جاؤ، اسے بھی ساتھ لے لو، ہم کوئی رسک لینا نہیں چاہتے۔" یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ساتھی اس کے پیچھے تھے۔ عمران بھی ان کے درمیان تھا۔ وہ سب پہاڑی غار سے باہر نکل کر دوبارہ رن وے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ اسی لمحے دور سے کسی طیارے کی گھن گرج سنائی دی۔ سب لوگ افق کی طرف دیکھنے لگے، ایک جہاز رن وے پر اتر رہا تھا۔ آخر کار جہاز ان سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ یہ ایک فوکر طیارہ تھا۔ جس کی ساخت جنگی جہاز جیسی تھی، جہاز کی آٹومیٹک سیڑھیاں زمین کی طرف آنے لگیں، ادھر سے سب لوگ جہاز کی طرف بڑھے۔ سیڑھیاں لگتے ہی جہاز کا دروازہ کھلا اور—— ایک مسلح آدمی دروازے پر نمودار ہوا۔ اس کے بعد

اور آدمی سیڑھیاں اترنے لگے۔ جونہی وہ نیچے پہنچے، انہوں نے آگے بڑھ کر طویل قامت سے گرمجوشی کے ساتھ ہاتھ ملایا۔

" کام ہو گیا۔؟" طویل قامت نے بے تابی سے پوچھا

" ہاں! تمام عملے پر آسانی سے قابو پا لیا گیا، کسی کی طرف سے کوئی خاص مزاحمت نہیں کی گئی"۔ ایک مسلح آدمی نے جواب دیا، طویل قامت نے سر ہلا کر جہاز کے دروازے کی طرف دیکھا۔ چند افراد سیڑھیاں طے کرتے نیچے آرہے تھے، ان میں جہاز کے پائلٹ اور دیگر عملہ موجود تھا، چند لمحوں بعد ایک ادھیڑ عمر کا آدمی دو مسلح افراد کے درمیان نیچے اترتا دکھائی دیا۔

" اوہ ___ ! پروفیسر ہینزی۔۔۔" طویل قامت نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ پروفیسر ہینزی کو طویل قامت کے سامنے لایا گیا۔

" ہیلو پروفیسر! آپ کو دیکھ کر انتہائی خوشی ہو رہی ہے" طویل قامت کا لہجہ شوخ ہو گیا، ادھر عمران بغور پروفیسر ہینزی کی طرف دیکھ رہا تھا، اس کے بوڑھے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

" میں نہیں جانتا کہ تم لوگ کون ہو اور مجھے اغوا کر کے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو"۔ پروفیسر ہینزی کا لہجہ پریشان تھا۔ جواب میں طویل قامت نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پھر بولا ___ یہ آپ کو ابھی معلوم ہو جائے گا ___ پہلے ادھر تشریف لے چلئے۔" طویل قامت کے اشارے پر وہ لوگ جہاز کی طرف بڑھنے لگے، طویل قامت کے حکم پر طیارے کے عملے اور باڈی گارڈز کو چھوڑ دیا گیا اور وہ جہاز لے کر واپس چلے گئے۔

وہ سب ایک مرتبہ پھر اسی غار نما کمرے میں بیٹھے تھے ——— کیا آپ بتانا پسند کریں گے ، دفینے یعنی جراثیم کی ایجاد کا فارمولا کہاں ہے ' دیکھئے جھوٹ نہیں چلے گا "۔ طویل قامت نے پروفیسر سے پوچھا۔

" اس کی ایجاد ضمنی سطح پر کی گئی تھی ' اس لیے فارمولا تحریر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی "! پروفیسر رینزی نے جواب دیا۔

" فارمولے کے بغیر بھلا آپ نے کس طرح ایٹمی جراثیم ایجاد کر لیے کیا یہ ممکن ہے ؟" طویل قامت نے قدرے حیرانگی سے پروفیسر کی طرف دیکھا۔

" دراصل ہم ایک اور ایجاد کو تجرباتی مراحل میں سمجھ رہے تھے کہ اچانک ایٹمی جراثیم کی ایجاد ہو گئی . اس لیے فارمولے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی"۔

" آپکے دونوں ساتھی سائنسدان مر چکے ہیں ' وہ دفینے کے ساتھ ہی دفن ہیں ، کیا آپ اُن ٹیوبوں کے استعمال کا طریقہ بتا سکتے ہیں جن میں ایٹمی جراثیم ہیں"۔

" زبانی طور پر ——— نہیں سمجھا جا سکتا ، غلطی کا امکان ہوتا ہے عملی آگاہی مناسب رہتی ہے" ، پروفیسر نے جواب دیا۔

" آپ یہ بتائیں گے . . . . . " طویل قامت یہ الفاظ ادا نہیں کر سکا اسی لمحے خوفناک دھماکوں کی گونج پیدا ہوئی تھی ، ساتھ ہی بے تحاشہ فائرنگ ہونے لگی ۔ موت کی چیخیں گونجنے لگیں ' طویل قامت سمیت سب مسلح افراد تیزی سے کمرے سے نکل کر بھاگتے چلے گئے ۔ سب حیران تھے کہ اس سنسان علاقے میں کون سا دشمن آگھسا ہے ، عمران کے چہرے پر آسودہ ' پُراسرار سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی ۔ فائرنگ میں لمحہ بہ لمحہ شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی ۔

صفدر نے عمران کو اسٹین گن برداروں کے نرغے میں دیکھتے ہی ایک فیصلہ کرلیا، عمران کے لئے جہاز کو خاص طور پر اغواء کیا گیا. یہ بات اس کے لئے باعث حیرت تھی، عمران نے روانگی سے قبل انہیں کچھ نہیں بتایا تھا، جب صفدر نے تمام اسٹین گن برداروں کو عمران کی طرف متوجہ دیکھا تو اس نے قریب کھڑے اپنے ساتھیوں کے کان میں سرگوشی کی، اور پھر سب ممبر آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقے سے دیگر مسافروں سے دور ہٹنے لگے. ان کا رخ جہاز کی طرف تھا. سرے پر پہنچتے ہی وہ سب پھرتی سے جہاز کے دوسری طرف آگئے، اب اب درمیان میں جہاز تھا. اور جہاز کے دوسری طرف اغوا کنندگان، سامنے کچھ فاصلے پر پہاڑی سلسلہ تھا، وہ سب انتہائی تیز رفتاری سے جہاز کی اوٹ میں، پہاڑی سلسلے کی طرف دوڑتے چلے گئے. جہاز درمیان میں ہونے کی وجہ سے مسلح افراد ان کے فرار کو چیک نہیں کر سکے تھے. وہ بغیر کسی دقت کے پہاڑی سلسلے تک پہنچ گئے اور چٹانوں کی اوٹ میں ہو کر جہاز کی طرف دیکھنے لگے

"گہرا چکر معلوم ہوتا ہے" تنویر نے کہا۔

"ہاں ! عمران صاحب کو خاص طور پر اغوا کیا گیا ہے یقیناً کوئی اہم معاملہ ہی ہوگا" صفدر نے جہاز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"اب ہمیں کیا کرنا چاہئے، پہلے سے ہی کوئی پروگرام ترتیب دے لیتے

" کیپٹن شکیل نے کہا ــــ " فی الحال ، ہم صرف ان لوگوں کا تعاقب کریں گے ۔ اس کے سوا ہم کر بھی کیا سکتے ہیں " صفدر نے جواب دیا ، باقی ممبران اثبات میں سر ہلانے لگے ۔ اسی لمحے جہاز حرکت میں آیا ، اور پھر رن وے پر دوڑتا ہوا ، فضا میں بلند ہو گیا ۔

" شاید مسافروں کو چھوڑ دیا گیا ہے " خاور نے کہا ۔ سب لوگ اب مسلح افراد کی حرکات چیک کر رہے تھے ۔ تھوڑی دیر بعد مسلح افراد ایک طرف بڑھنے لگے ، وہ سب صفدر وغیرہ کے سامنے دائیں طرف کو بڑھ رہے تھے ۔ صفدر اور دیگر ممبران ان لوگوں کے متوازی اسی طرف بڑھنے لگے ، مسلح افراد عمران کو نرغے میں لیے ایک پہاڑی کے سامنے رک گئے ۔ پھر انہوں نے پہاڑ میں ایک خلاء پیدا ہوتے دیکھا ، تمام افراد خلاء میں سے اندر داخل ہو گئے اور خلاء دوبارہ برابر ہو گیا ۔

" اب کیا کرنا چاہیئے ؟ " تنویر نے صفدر کی طرف ۔ کچھ سوچنے میں مصروف تھا چند لمحوں بعد وہ بولا

" اس پہاڑی کے قریب جانا فی الحال خطرناک ہو گا ، اس کے ارد گرد یقیناً پہرہ ہو گا ، اور ہمارے پاس سوائے ریوالوروں کے اور کوئی قابلِ ذکر ہتھیار بھی نہیں ۔ صرف ہم پہاڑی کے قریب جا کر ارد گرد کا جائزہ لیں گے اور مناسب موقع دیکھ کر حرکت میں آئیں گے ۔ " صفدر کی بات سن کر تمام ممبران نے اس کی تجویز قبول کی ، اور پھر سب لوگ آہستہ آہستہ اسی پہاڑی کی طرف بڑھنے لگے انہوں نے ریوالور نکال لیے تھے ۔ اس پہاڑی تک کافی فاصلہ تھا ۔ وہ رفتہ رفتہ

پہاڑی سے قریب تر ہوتے چلے گئے، پھر اچانک ہی وہ سب ٹھٹھک سے گئے پہاڑی کے درمیان ایک مرتبہ پھر خلا پیدا ہوا تھا اور اس میں سے عمران اور دکئی مسلح افراد نکل کر رن وے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ اب انہوں نے دور سے ایک فوکر طیارے کی جھلک دیکھی۔ طیارہ رن وے کی طرف جھکا آرہا تھا۔

بالآخر فوکر طیارہ مخصوص جگہ پہ پہنچ کر رک گیا۔ جہاز میں سے چند افراد اترے، اور ادھر سے جانے والے افراد سے گفتگو میں مصروف ہو گئے۔

"پہاڑی خلا اس وقت کھلا ہے، ہمیں موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے"۔ صفدر نے تیزی سے کہا اور وہ سب پہاڑ میں نمودار ہونے خلاء کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ پہاڑ کے اردگرد کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اطمینان سے اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک چھوٹی سی گیلری تھی۔ جس کے دائیں بائیں اور سامنے ایک ایک دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ اسی لمحے موڑ سے تین اسٹین گن بردار گیلری میں داخل ہوئے، وہ اچانک ہی صفدر وغیرہ کے سامنے آگئے تھے، انہوں نے حیرت سے صفدر وغیرہ کی طرف دیکھا، اور ان کی حیرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، صفدر نے یک دم چھلانگ لگائی اور ایک آدمی کو چھاپ بیٹھا، کیپٹن شکیل اور دیگر افراد بھی حرکت میں آئے۔ صفدر نے مقابل کے پیٹ میں گھٹنا مارا اور ایک جھٹکے سے اس کی اسٹین گن چھین لی۔ اس کے قریب ہی دوسرا آدمی کیپٹن شکیل پر وار کرنے والا تھا۔ کہ صفدر نے پھرتی سے اسٹین گن کا دستہ بھرپور قوت سے، اس کے سر پہ مارا۔ اس آدمی کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ اور وہ لہراتا ہوا زمین پہ ڈھیر ہو گیا۔ کیپٹن شکیل نے

تیزی سے اس کی اسٹین گن اٹھالی ۔ اس اثناء میں تیسرا آدمی بھی ڈھیر ہو چکا تھا
" انہیں گھسیٹ کر گیلری کے کونے پر لے آؤ" صفدر نے تیزی سے کہا
اور خود گیلری کے سرے کی طرف بڑھ گیا، جلد ہی اس نے چھوٹا سا کمرہ تلاش
کرلیا، کمرہ غیر ضروری چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہیں رسیاں بھی مل گئیں،
دونوں بے ہوش آدمیوں کو اچھی طرح باندھ کر سامان کے عقب میں ڈال دیا گیا اور
باہر سے دروازہ بند کر کے صفدر وغیرہ اسی راہداری میں آگے بڑھنے لگے
اسی لمحے دہانے کی طرف سے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور وہ چونک کر وہیں
رک گئے، وہ راہداری کے کارنر سے دہانے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کئی مسلح
آدمی اندر داخل ہو کر دائیں طرف مڑ گئے۔ انہی میں عمران بھی تھا۔ جب سب
لوگ دائیں طرف اوجھل ہو گئے، تو وہ تیزی سے پیچھے لپکے۔

عین اسی لمحے موڑ سے پانچ چھ اسٹین گن بردار باتیں کرتے ہوئے نمودار
ہوئے۔ صفدر وغیرہ نے پھرتی سے اسٹین گنیں سیدھی کیں اور پھر فائر کھول
دیے۔ راہداری گولیوں کی تڑتڑ سے یوں گونجی جیسے بم پھٹ پڑے ہوں آنے
والوں کے جسم تڑپے، ان کی چیخیں بلند ہوئیں اور وہ سب فرش پر گرتے
چلے گئے، کیپٹن نعمانی، تنویر، خاور اور چوہان نے پھرتی سے ان کی اسٹین
گنیں اپنے قبضے میں کیں اور پھر وہ تیزی سے اسی طرف دوڑتے چلے گئے،
جدھر عمران وغیرہ کو جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔

اچانک ایک کمرے سے کئی افراد افراتفری کے عالم میں باہر نکلے اسی
لمحے صفدر اور دیگر ممبران کی اسٹین گنوں سے گولیوں کی یلغار ہوتی اور وہ سب کے

سب ڈھیر ہو گئے، صفدر وغیرہ تیزی سے کمرے میں داخل ہو گئے۔ اندر ایک ادھیڑ عمر آدمی حیرت و خوف میں ڈوبا ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ عمران تیزی سے ایک الماری میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ قدموں کی آواز سن کر وہ پھرتی سے پلٹا، پھر صفدر وغیرہ کو دیکھ کر ایک طویل سانس اس کے حلق سے خارج ہوئی۔

"میرا خیال ہے، ہمیں فوراً نکل جانا چاہیئے ورنہ خطرہ بڑھ جائے گا" عمران نے کہا، اس کے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کی فائل پکڑی ہوئی تھی۔ یہ فائل اس نے کپڑوں کے اندر چھپا لی، اور پھر وہ سب باہر نکل آئے پروفیسر رینزی بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ سب پہاڑی عمارت سے باہر آکر تیزی سے ایک طرف بڑھنے لگے۔

"پروفیسر! کیا آپ بتا سکتے ہیں یہ کونسا علاقہ ہے؟ عمران نے پروفیسر رینزی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ایکرام کا ساحلی علاقہ ہے، لاسیل سٹی قریب ہی ہے، ہمیں سب سے پہلے مین روڈ پر پہنچنا ہو گا" پروفیسر رینزی نے جواب دیا۔

"اوکے! زیادہ چلنے سے آپ کو تھکن تو محسوس نہیں ہو گی؟" عمران نے پروفیسر کی طرف دیکھا ——— "اوہ نہیں! اس کی آپ لوگ فکر مت کریں" پروفیسر نے تیزی سے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔ وہ تیزی پروفیسر کی رہنمائی میں ایک طرف بڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ کافی دیر بعد انہیں مین روڈ دکھائی دے گیا، یہاں سے وہ لفٹ لینے کا ارادہ رکھتے تھے،

یہ ایک درمیانہ سا کمرہ تھا۔ کمرے کی دیواروں کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے سیف رکھے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک میز کے اس طرف ایک قوی ہیکل آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت وہ ایک فائل کے مطالعے میں گم تھا، میز کی سطح پر بے شمار رنگ برنگے بٹن لگے ہوئے تھے۔ سامنے دیوار پر سرخ، سبز اور نیلے رنگ کے تین بلب لگے ہوئے تھے۔ اچانک کمرہ ایک عجیب سی، سیٹی نما آواز سے گونج اٹھا۔ قوی ہیکل نے چونک کر فائل ایک طرف رکھی، اور پھر اس نے میز کی سطح پر موجود بے شمار بٹنوں میں سے ایک بٹن دبایا، چند لمحے گھڑ گھڑ کی آواز آتی رہی۔ اور پھر ایک واضح انسانی آواز کمرے میں ابھرنے لگی۔

"ہیلو، راڈل اسپیکنگ... ہیلو، راڈل سپیکنگ اوور۔" آواز وقفے وقفے سے آرہی تھی

"یس — ہیڈ دن سپیکنگ اوور" قوی ہیکل ہیڈ دن نے کرخت اور سخت لہجے میں کہا۔

"باس! سارا منصوبہ فیل ہو گیا، سب تباہ ہو گیا اوور"۔ دوسری طرف سے راڈل کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی، یہ سنتے ہی ہیڈ دن کے چہرے پر سختی اور الجھن چھاتی چلی گئی، اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"صاف صاف بات کرو، کیا پروفیسر رینزی سے متعلق کوئی خبر ہے اوور"؟

"یس باس! ہم نے پروفیسر رینزی کے طیارے کو اغوا کر کے پوائنٹ پہ اتار لیا تھا، پروفیسر رینزی بھی ہمارے قبضے میں آگیا تھا، بس اچانک ہی کچھ لوگوں نے پوائنٹ پہ حملہ کر دیا، اس سے پہلے ہم پاکیشیا کے مشکوک جاسوس کو بھی قابو میں کر چکے تھے۔ وہ دونوں پوائنٹ پر موجود افراد کو ہلاک کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اوور" دوسری طرف سے راڈل نے تیزی سے تفصیل بیان کر دی، یہ سنتے ہی، ہیڈون پر جوش اور غصے کی کیفیت طاری ہو گئی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو، سب لوگ سو رہے تھے گیا؟" ہیڈون نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔

"باس ... باس، اس وقت میں وہاں موجود نہیں تھا، مجھے تب پتہ چلا جب میں پوائنٹ پہ پہنچا، ایک زخمی آدمی نے سارا قصہ بیان کیا، تھوڑی دیر بعد ایک ممبر نے اطلاع دی کہ چند افراد اس کے ٹرک میں لفٹ لے کر شہر پہنچے انہیں مشکوک پا کر اس نے تعاقب کیا، اب وہ لوگ ہوٹل "آبزرور" میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔" راڈل نے قدرے اطمینان سے بتایا اور ہیڈون کے چہرے پر سختی کم پڑتی چلی گئی۔

"تم فوراً میرے پاس پہنچو، ہم انہیں فوری طور پر کور کریں گے۔"

"اوکے باس! میں پہنچ رہا ہوں اوور" راڈل نے مؤدب لہجے میں کہا۔ "اوور اینڈ آل" یہ کہہ ہیڈون نے پہلے والا بٹن آف کر دیا۔

کے چہرے پر تفکر کی گہری پرچھائیاں طاری تھیں۔ کافی دیر تک وہ سوچوں میں کھویا رہا۔ اس کی محویت اس وقت ٹوٹی جب سامنے دیوار پر لگا سبز رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا، ہیڈرون نے ایک اور بٹن دبایا، کسی خاص میکنزم کے تحت دروازہ دائیں طرف دیوار میں دھنستا چلا گیا، دروازہ وا ہوتے ہی ایک سڈول اور مضبوط جسم کا مالک نوجوان اندر داخل ہوا۔ دروازہ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔

"آؤ راڈل! بیٹھو، اور ایک مرتبہ پھر تمام تفصیل دہراؤ، وہ لوگ کون تھے؟" ہیڈرون نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا، راڈل کرسی پر بیٹھ گیا، اور پھر بولا۔

"میری سمجھ میں تو خود نہیں آرہا، کہ وہ حملہ آور کون تھے، پوائنٹ کا سراغ انہوں نے پتہ نہیں کیسے لگایا؟" راڈل نے الجھن آمیز لہجے میں ہیڈرون چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر بولا

"پروفیسر رمزی اگر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو دفینے کی تلاش میں مزید رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی، ہمیں فوری طور پر ہوٹل آبزرور میں ان لوگوں کو قابو کرنا ہوگا، تاخیر ہونے کی صورت میں وہ لوگ ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے"۔ ہیڈرون نے تیزی سے کہا اور راڈل اس کی بات کے جواب میں سر ہلانے لگا۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد، وہ ہیڈرون سے مخاطب ہوا ــــ "باس ــــ! آپ کے ذہن میں کوئی پلان ہے؟"

"ہاں ــــ! تم اپنے ساتھ چار بہترین آدمی لو، اور ہوٹل آبزرور

روانہ ہو جاؤ، ان لوگوں کو ہر حال میں پکڑنا ہے لیکن خیال رہے پروفیسر کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ تم فوراً جاؤ!" ہیڈرون نے کہا اور راڈل سر ہلا کر تیزی سے کمرے سے نکل گیا، اس کے جانے کے چند منٹ بعد ہیڈرون ایک بٹن دبایا اور پھر بولا

"سیڈنی کو میرے پاس بھیج دو" یہ کہہ کر اس نے وہی بٹن آف کر دیا چند لمحوں کے توقف کے بعد دروازہ کھلا اور ایک کسرتی جسم والا نوجوان اندر داخل ہوا۔

"کیا راڈل روانہ ہو گیا ہے؟" ہیڈرون نے سخت لہجے میں پوچھا

"یس باس" سیڈنی نے ادب سے جواب دیا

"ہم تہہ خانے میں جا رہے ہیں، آؤ میرے ساتھ" ہیڈرون نے میز کی سطح پر لگا ایک بٹن دبا کر اٹھتے ہوئے کہا۔ بٹن دبتے ہی کمرے کی ایک دیوار میں سے چوکور خلا سا پیدا ہو گیا وہ دونوں اس خلاء کی طرف بڑھے خلا سے آگے چند سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اتر کر ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ ہیڈرون نے دروازے کے دائیں طرف لگا ایک بٹن دبایا سرر کی آواز کے ساتھ دروازہ دیوار میں دھنستا چلا گیا، اور وہ دونوں دروازہ کراس کر کے ایک راہداری میں نکل آئے۔ راہداری کے دائیں بائیں دروازے تھے، انہی میں سے ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر دونوں رک گئے، ہیڈرون نے مخصوص طریقے سے دروازہ کھولا اور وہ کمرے میں داخل

ہو گئے۔ سامنے ایک آدمی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، اس کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے، جسم پہ جابجا زخموں کے نشان موجود ہیڈون اور سیڈنی کی طرف دیکھتے ہی چیخنے کے انداز میں کہا

نہیں... نہیں... تم... میں کچھ نہیں جانتا،... کچھ نہیں جانتا.. نہیں... رحم کرو درندوں... رحم کرو" اس کی آواز پھٹ گئی۔

"تو تم اب بھی دفینے کا راز نہیں بتاؤ گے؟" ہیڈون نے سخت لہجے میں کہا ——— "میں نہیں جانتا ——— دفینہ کہاں ہے، میں سچ کہہ رہا ہوں"۔ زنجیروں سے بندھے آدمی نے سر دائیں بائیں ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہوں" ہیڈون نے ہنکارہ بھرا،

"یہ ابھی نہیں بتائے گا۔ اسے یونہی رہنے دو" وہ دونوں دروازہ بند کر کے باہر نکل کر دوبارہ اوپر کمرے میں پہنچ گئے۔ اسی لمحے کمرہ میں سیٹی کی آواز ابھری۔ ہیڈون نے تیزی سے میز پر لگا ایک بٹن دبایا۔ اور پھر سخت لہجے میں بولا۔

"ہیڈون سپیکنگ"

"راڈل سپیکنگ باس اوور" دوسری طرف سے راڈل کی آواز سنائی دی ——— "کیا رہا؟" ہیڈون نے بے تابی سے پوچھا

"باس! وہ کمرے میں موجود نہیں، ہم نے تمام ہوٹل چھان مارا ہے۔ لیکن وہ نہ جانے کہاں غائب ہو گئے ہیں"

"اوہ! وہ اتنی جلدی کہاں جا سکتے ہیں، کیا کوئی بھی مشکوک آدمی

دکھائی نہیں دیا ؟"

"نہیں باس ـــــ! ہم خود انتہائی پریشان ہیں" راڈل نے جواب دیا

"تم لوگ وہیں ٹھہرو اور ہوٹل کی نگرانی کرتے رہو، ملتے ہی مجھے آگاہ کر دینا" ہیڈون نے کہا۔

"او کے باس! ہم پوری طرح الرٹ رہیں گے۔"

"ہر آدھ گھنٹے بعد مجھے حالات سے آگاہ کرتے رہنا۔ میں ہدایات جاری کرتا رہوں گا" ـــــــ "او کے"

"اوور اینڈ آل" ہیڈون کے بٹن دبا کر سلسلہ منقطع کر دیا اور سیڈنی کی طرف مڑا۔

"عجیب بات ہے، وہ لوگ ہوٹل سے غائب ہیں۔۔۔!"

"ہوشیار آدمی لگتے ہیں" سیڈنی نے جواب دیا۔

"ہاں ـــــ! ہمیں فوری طور پر مشن پر عمل کرنا چاہیئے، ورنہ دفینے کا راز سب جان لیں گے۔" ہیڈون نے جواب دیا۔

"سب سے پہلے۔۔۔" ہیڈون کا فقرہ ادھورا ہی رہ گیا، اسی لمحے دھماکوں کی آواز گونج اٹھی تھی

"اوہ! یہ کیا ہے"

"پتہ نہیں! آؤ دیکھتے ہیں" ہیڈون نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا قبل اس کے کہ وہ اٹھ کر دروازے کی طرف قدم بڑھاتے، اچانک کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا، اور دونوں بے اختیار اچھل کر رہ گئے۔

عمران اور اس کے ساتھی ہوٹل آبزرور میں کاونٹر پہ فرضی ناموں اور فرضی قومیت کے بارے میں اندراج کر دئیے، سیڑھیوں کی طرف بڑھے انہوں نے دوسری منزل پر دو کمرے لئے تھے۔ وہ سب ایک ہی کمرے میں آ گئے، پروفیسر رینزی بھی ان کے ساتھ تھے۔

"میں ـــــــ ابھی تک سمجھ نہیں پایا کہ آپ لوگ کون ہیں ؟"

پروفیسر رینزی نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے الجھے لہجے میں کہا۔

"ہم لوگ، ہم لوگ ہیں، ہم جنس ہیں، ہم زباں ہیں، ہم قدم ہیں، ہم۔۔ عمران پٹری سے اتر گیا۔

"اور ہم ان کے آگے بے لیس ہیں" صفدر نے تیزی سے عمران کی بات کاٹتے ہوئے بے چارگی سے کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

"میرا مطلب تھا کہ۔۔۔" پروفیسر رینزی نے کہنا چاہا۔

"کیا آپ کو ہم آدمی دکھائی نہیں دیتے" ؟ عمران بولا۔

"بے شک آپ حیرت انگیز آدمی ہیں" پروفیسر رینزی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مزید کچھ دیر ان کی طرف متوجہ رہے تو آپ کے لیے یہ فکر انگیز بھی ہو سکتے ہیں" صفدر نے مسکراتے ہوئے عمران کی طرف اشارہ کیا۔

"خیر چھوڑیئے اس ذکر کو" عمران نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا "پروفیسر! آپ ہمیں اس دفینے کے متعلق تفصیل سے بتائیں کہ اٹیمی جراثیم کے راز سے کون کون واقف ہے۔؟"

"اوہ! تو آپ بھی۔ ۔ ۔ ۔ پروفیسر نے حیرت سے کہا۔

"ہم پر شک نہ کیجئے۔ پروفیسر، ہم انسانی بھلائی کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں۔" عمران نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اوکے! مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے"! پروفیسر نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد وہی کہانی بیان کرنی شروع کردی جو عمران ٹیم سے سن چکا تھا کہانی سناتے ہوئے آخر میں پروفیسر نے کہا۔

"جہاز کی غرقابی کے کچھ دن بعد میرے اسسٹنٹ نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تو میں حیران رہ گیا۔ میرا وہ اسسٹنٹ بھی اسی جہاز میں تھا جو سمندری طوفان کی نذر ہوگیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ ایٹمی جراثیموں کے بیگ بحفاظت ایک پوشیدہ جگہ پر رکھ چکا ہے۔ لیکن وہ سب افراتفری میں ہوا اور اب وہ اس پوزیشن میں نہیں کہ دفینے کو دوبارہ حاصل کر سکے۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ براہِ راست مجھ سے مل کر اس جگہ کے متعلق بتائے گا۔ جہاں ایٹمی جراثیموں کے بم محفوظ ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ اگر ٹیلی فون پر اس نے بتایا تو کئی لوگوں کو اس کی بھنک مل جائے گی۔ اور دفینہ دنیا کے لیے خطرہ بن جائے گا۔" پروفیسر رینزی خاموش ہوگیا۔ عمران نے چند لمحوں کے توقف کے بعد پوچھا۔ "پھر کیا آپ کا اسسٹنٹ یعنی وہ آدمی آپ سے ملا؟"

" نہیں! میں کئی روز اس کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن وہ نہ خود مجھ سے ملا اور نہ ہی فون وغیرہ پر رابطہ قائم کیا"۔ پروفیسر نے جواب دیا۔ عمران اس کی بات سن کر سوچ میں ڈوب گیا۔ چند لمحوں بعد اس نے پروفیسر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا " آپ کے اسسٹنٹ نے فون کال کر کے زبردست غلطی کی' جاسوس ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ وہ پکڑا جا چکا ہے مجرم جاسوس اس سے ضرور پوچھیں گے دفینے کے متعلق، چاہے مہینے لگ جائیں"۔

عمران کی بات سن کر پروفیسر کے ماتھے پر شکنیں سی پڑ گئیں۔

" اوہ! اس چیز کی طرف تو میرا دھیان ہی نہیں گیا' آپ کی بات بہت وزنی ہے"! پروفیسر سر ہلا کر بولا۔

" میرا خیال ہے' آپ خاصے تھک چکے ہوں گے۔ مجھے بتائیں کہ آپ کو کہاں پہنچا دیا جائے"؟ عمران نے چند لمحوں بعد کہا۔ اور پروفیسر نے ایک جگہ کے متعلق بتا دیا ——— " کیپٹن شکیل' پروفیسر کو بحفاظت ان کی مطلوبہ جگہ تک پہنچا آؤ"' کیپٹن شکیل سر ہلا کر پروفیسر کو ہمراہ لیے باہر نکل گیا۔

عمران نے اپنے لباس میں سے فائل نکالی ——— " تم لوگ باتیں کرو' میں ذرا فائل کا مطالعہ کر لوں"! عمران نے کہا۔ اور پھر فائل کے مطالعہ میں گم ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھایا ——— " اس فائل کے مطابق یہاں بلمارینہ کے جاسوس سرگرم عمل ہیں۔ اور جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ وہ لوگ دفینے کی بازیابی کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ بلمارینہ کے جاسوس سیکرٹ سروس کے تربیت یافتہ ارکان ہیں' اس لیے ہمیں ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا پڑے

گا۔ میرا خیال ہے، ہمیں فوراً ایکشن میں آنا چاہیے" عمران کہتا چلا گیا۔
"کوئی کلیو"؟ صفدر نے سوالیہ لہجے میں کہا۔
"ہاں۔! فائل کے مطالعے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جاسوسوں کا ایک اہم ہیڈ کوارٹر اسی شہر میں ہے، اور یہ جگہ ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہو گی"۔ عمران نے بتایا۔۔۔ "کیا ریڈ کریں گے؟" تنویر نے کہا۔
"ہاں۔۔۔! میں چاہتا ہوں بلماریہ کا کوئی جاسوس میرے قبضے میں آجائے، تاکہ دفینے کے بارے میں مزید معلومات حاصل کی جاسکیں"۔
"اوکے! ہم تیار ہیں"۔ سب ممبران نے یک زبان ہو کر کہا۔ اور عمران سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"پھر تو پھر چلو" عمران نے کہا۔ فائل اس نے اپنے لباس میں ڈال لی اور پھر وہ سب ضروری تیاریوں کے بعد ہوٹل سے نکل آئے۔ عمران نے ایک ٹیکسی روکی۔ ڈرائیور اتنے آدمیوں کو دیکھ کر حیران ہوا، لیکن عمران نے بھاری رقم کے عوض اسے کچھ بولنے کا موقع نہیں دیا اور وہ سب ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ عمران نے ڈرائیور کو مطلوبہ منزل کا پتہ بتایا اور ٹیکسی تیزی سے روانہ ہو گئی۔۔۔۔۔۔ تمام ضروری ہتھیار وغیرہ ان کے پاس تھے ٹیکسی نے انہیں چند لمحوں بعد ان کی مطلوبہ جگہ پر اتار دیا۔ عمران نے معقول رقم ڈرائیور کو دی اور ڈرائیور خوشی خوشی واپس روانہ ہو گیا۔
عمران اور اس کے ساتھی سامنے ایک دو منزلہ عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی کمرشل عمارت ہے لیکن عمران

جاننا تھا کہ یہ صرف دھوکہ ہے۔ ارد گرد علاقہ سنسان تھا۔ عمران عمارت کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس نے صفدر وغیرہ کو ہوشیار رہنے کا اشارہ کیا۔ اور دروازہ دھکیلا۔ حسب توقع دروازہ بند تھا۔ اب عمران نے دروازے پر دستک دی۔ چند لمحوں بعد قدموں کی چاپ اس طرف بڑھتی سنائی دی۔

عمران نے ریوالور نکال لیا۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا' اور اسی لمحے عمران نے ٹانگ سے دروازے کو دوسری طرف دھکیل دیا اور دروازہ ہوتے ہی اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ کھولنے والا دروازے کے دھکے وجہ سے فرش پر گرا پڑا تھا۔ عمران نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر دیا۔

"خاموش رہو' ورنہ ......" عمران نے اس کا منہ کھلتے دیکھ کر سرد لہجے میں فقرا ادھورا چھوڑ دیا۔ اس آدمی کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔ عمران نے پاؤں کی ٹھوکر سے اسٹین گن دور پھینک دی اور اُسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ آدمی خوفزدہ تاثرات کے ساتھ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تمہارے باس کا کمرہ کس طرف ہے؟" عمران نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا۔ "اس کمرے کے ساتھ راہداری ہے' راہداری میں بائیں طرف۔" اسی آدمی نے جواب دیا۔ اسی لمحے عمران نے ریوالور کا دستہ اس کے سر پر مارا اور وہ لہراتا ہوا' نیچے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ عمران نے جھک کر اس کی اسٹین گن اٹھا لی۔ "آؤ"۔ عمران نے سامنے والے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ صفدر نے جانے سے پہلے بے ہوش آدمی کو اندھیرے گوشے میں گھسیٹ دیا۔ تاکہ فوری طور پر کسی دوسرے کی نظر نہ پڑ سکے۔ عمران کے پیچھے چلتے ہوئے وہ راہداری

میں نکل آئے۔ اور پھر راہداری میں بائیں طرف مڑ گئے۔ سامنے ایک ہی بند دروازہ دکھائی دیا۔ عمران دروازے کی، کی ہول پر جھک گیا۔ اندر کا منظر دیکھتے ہی وہ چونک اٹھا۔ اندر سے آواز آ رہی تھی "ہم تہہ خانے میں جا رہے ہیں، آؤ میرے ساتھ"۔ ایک آدمی میز پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے اسے میز کی سطح پر لگا ایک بٹن دباتے دیکھا۔ بٹن دبتے ہی سامنے کی دیوار میں چوکور خلاء نمودار ہو گیا۔ اور کمرے میں موجود دونوں آدمی اس خلا سے دوسری طرف گزر گئے۔ ان کے خلا میں جاتے ہی خلا دوبارہ غائب ہو گیا۔ اب سامنے سپاٹ دیوار دکھائی دے رہی تھی۔

ان کے جاتے ہی عمران وغیرہ دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئے اور صفدر نے دروازہ عقب سے بند کر دیا۔ عمران میز کے پاس آیا۔ اس نے وہی بٹن دبایا۔ جس کے دبنے پر دیوار میں چوکور خلاء نمودار ہوا تھا۔ دوسرے ہی لمحے دیوار میں خلا ظاہر ہوا اور عمران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خلا کی طرف بڑھ گیا۔

وہ خلا میں سے ہو کر دوسری طرف پہنچے۔ یہاں دیوار کے ایک طرف ایک بٹن لگا ہوا تھا۔ عمران نے بٹن دبایا تو دیوار دوبارہ برابر ہو گئی۔ اور خلا غائب ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹی گیلری تھی۔ گیلری سے آگے چند سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اتر کر ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ دروازہ خوش قسمتی سے کھلا ہوا تھا۔ دروازے سے گزر کر وہ ایک راہداری میں نکل آئے۔ دائیں بائیں دروازے دکھائی دے رہے تھے۔ اچانک انہیں

ایک دروازے میں سے زنجیروں کی جھنجھاہٹ سنائی دی۔ اور وہ چونک کر دروازے سے قریب ہو گئے۔ اس دروازے میں بھی ایک کی ہول موجود تھی۔ چنانچہ عمران نے کی ہول پر جھک کر اندر دیکھا۔ سامنے ایک آدمی موٹی موٹی زنجیروں سے بندھا ہوا ہے۔ اس کی حالت انتہائی ابتر تھی سامنے وہی دو آدمی کھڑے تھے۔ بندھا ہوا آدمی اٹک اٹک کو مشکل کہہ رہا تھا۔

"میں نہیں جانتا، کہ دفینہ کس جگہ ہے، میں سچ کہہ رہا ہوں"۔ ساتھ ساتھ وہ آدمی سر کو دائیں بائیں ہلاتا جا رہا تھا۔

"ہوں"! ایک طویل قامت آدمی نے ہنکارہ بھرا۔ اس وقت اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔

"یہ ابھی نہیں بتائے گا۔ اسے یونہی رہنے دو"۔ یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھے، عمران اور اس کے ساتھی بے آواز طریقے سے چلتے چلتے راہداری میں آگے ایک موڑ مڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور دوبارہ اسی راہداری کی طرف دیکھنے لگے۔ دونوں آدمی کمرے سے نکل کر ان کی مخالف سمت بڑھتے چلے گئے۔ ان کے نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی، عمران اور صفدر وغیرہ پھرتی سے اسی کمرے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمران نے دروازے پر دباؤ ڈالا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی پھرتی سے کمرے میں داخل ہوئے، اسی لمحے کمرہ زنجیروں سے جھنجھنا اٹھا۔

زنجیروں میں قید آدمی انہیں دیکھتے ہی بڑبڑانے لگا۔ "تت... تم

۔۔۔ نن ۔۔۔ نہیں میں کچھ نہیں ۔۔۔ جانتا "

"فکر نہ کرو، ہم دشمن نہیں، دوست ہیں" عمران نے اس کے قریب جاکر نرم لہجے میں کہا ۔ اس کے لہجے کی نرمی سے قیدی کی آنکھوں میں طاری خوف کے تاثرات ختم ہو گئے اور ان کی جگہ حیرت نے لے لی ۔

"کک ۔۔۔ کون ہو تم لوگ ؟" اس نے خفیف لہجے میں پوچھا ۔

"سب کچھ بتا ئیں گے، پہلے تم ذرا زنجیروں سے آزاد ہو جاؤ" عمران نے کہا اور پھر وہ سب آگے بڑھ کر قیدی کو زنجیروں کی بندش سے نجات دلانے لگے ۔ چند لمحوں کے بعد زنجیریں ایک طرف پڑی ہوئیں تھیں ۔ اور قیدی ان کے سامنے کھڑا ہانپ رہا تھا ۔

عمران وغیرہ اسے ساتھ لے کر باہر نکل آئے ۔ وہ بمشکل اپنے قدموں پر چل رہا تھا ۔ لیکن جلد ہی اس کی حالت سنبھل گئی اور وہ جمے ہوئے قدموں کے ساتھ بڑھنے لگا ۔ اچانک سامنے راہداری والا دروازہ کھلا اور دو اسٹین گن بردار باتوں میں مصروف نمودار ہوئے ۔ پھر جونہی ان کی نظریں عمران وغیرہ کی طرف اٹھیں ۔ وہ بُری طرح چونکے، ابھی وہ اسٹین گنیں سیدھی ہی کر پائے تھے کہ صفدر اور تنویر نے سائلنسر لگے ریوالوروں سے فائر کیے ۔ ٹھس کی آواز ابھریں، دو ہلکی سی کراہیں بلند ہوئیں اور دونوں اسٹین گن برداروں کے ہاتھ میں سے اسٹین گنیں نکلتی چلی گئیں دونوں گولیاں ان کے ہاتھوں پر پڑی تھیں ۔

"خبردار ! ہاتھ اوپر اٹھالو" تنویر نے سخت لہجے میں کہا اور

دونوں آدمیوں نے ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ خون کا قطرہ قطرہ ان کے ہاتھوں سے فرش پر ٹپک رہا تھا۔

"باہر نکلنے کا راستہ بتاؤ" عمران نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسی راستے سے باہر نکلا جائے جس سے وہ آئے تھے

"دوسری طرف سے ہے راستہ" ایک آدمی نے بتایا عمران وغیرہ دونوں کو اپنے آگے کر لیا۔ اور ان کی رہنمائی میں راہداری میں آگے بڑھنے لگے وہ آدمی انہیں ایک دروازے کے پاس لے آیا۔

"یہ دروازہ، راہداری میں کھلتا ہے" اس نے بتایا۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے صفدر اور نعمانی اپنے ریوالور کے دستے دونوں آدمیوں کی کھوپڑیوں پر رسید کئے۔ وہ دونوں آدمی بے ہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ عمران نے دروازہ کھولا اور وہ باہر نکلے میں اسی لمحے سامنے سے کئی افراد اس طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔

یہ وہی راہداری تھی۔ جس میں ہیڈ ون کا کمرہ موجود تھا۔ مسلح افراد نے اسٹین گنیں ان کی طرف تان لیں۔ اسی لمحے عمران اور اس کے ساتھیوں نے پوزیشنیں لے کر ان افراد پر فائرنگ کی۔ راہداری میں کئی انسانی چیخیں گونجتی چلی گئیں۔ آنے والے اسٹین گنوں کو استعمال کئے بغیر موت کا شکار ہو گئے تھے۔ فائرنگ کرتے ہی وہ اسی کمرے میں جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اور اندر موجود دونوں آدمی انہیں دیکھتے ہی بری طرح اچھل پڑے۔ "ہالٹ! ہاتھ اوپر اٹھالو" عمران نے سرد لہجے میں

کہا۔ دونوں آدمیوں نے پہلے تو حیرانگی سے قیدی کی طرف دیکھا۔دوسرے ہی لمحے طویل قامت نے میز پر لگا ایک بٹن انتہائی تیزی سے دبایا۔فوراً ہی وہ دونوں زمین میں دھنستے چلے گئے۔

عمران تیزی سے اس جگہ کے پاس آیا لیکن اس عرصے میں فرش دوبارہ برابر ہو چکا تھا۔یہ سب آناً فاناً میں ہو گیا تھا۔عمران کو ان سے اتنی پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ اچانک کمرے میں ایک عجیب سی خوشبو پھیلتی چلی گئی۔

"نکلو فوراً" بے ہوشی کی گیس پھیل رہی ہے" عمران نے تیز لہجے میں کہا اور وہ سب تیزی سے راہداری میں دوڑتے چلے گئے۔حتیٰ کہ عمارت سے باہر نکل آئے۔عین اسی لمحے ایک فائر ہوا۔یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ دوڑنے کی وجہ سے وہ گولی کی زد سے محفوظ رہے۔ ورنہ گولی کسی کے بھی لگ سکتی تھی۔عمران تیزی سے مڑ کر برسٹ فائر کیا۔اور وہ تیزی سے عمارت سے دور ہوتے چلے گئے۔چند لمحوں بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھے ایک طرف اڑے جا رہے تھے۔

"ہوٹل آیر رور میں موجودہ صورت حال کے پیش نظر ہمارا قیام خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔ہمیں کسی اور ہوٹل میں ٹھہرنا پڑے گا" عمران نے خدشہ ظاہر کیا۔

"لیکن کیپٹن شکیل کا کیا کیا جائے؟" صفدر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا ——— "اسے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس ہوٹل کا پتہ بتا دیں گے راستے میں ہوٹل دیکھ چکا ہوں" صفدر نے عمران کی بات سن کر سر ہلا دیا

چند لمحوں بعد وہ ایک ہوٹل میں پہنچ گئے۔ کاؤنٹر پر نام فرضی درج کروائے گئے۔ اور تین کمرے میں انہیں آسانی سے مل گئے۔ وہ جھکے جھکے قدموں سے اپنے کمروں کی طرف چل پڑے۔



"میرا نام لانسن ہے" قیدی نے اپنا بتایا۔ اس وقت عمران وغیرہ ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے" اور لانسن سے اس کی روداد پوچھ رہے تھے
"میں اٹیمک لیبارٹریز میں پروفیسر رینزی کے ساتھ کام کرتا تھا"
لانسن کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی عمران وغیرہ چونک اٹھے، عمران نے تیزی سے پوچھا "چند روز پہلے تم ہی نے پروفیسر کو فون پر دفینے کی اطلاع دی تھی۔"؟
"ہاں میں ہی جہاز کی غرقابی کے بعد بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا تھا اور دفینہ ایک پوشیدہ جگہ پر رکھ دیا تھا۔ شہر میں، میں نے فون پر پروفیسر کو اس کی اطلاع دیدی۔ یہ فون کسی طرح ان لوگوں نے سن لیا انہوں نے مجھے قید کر رکھا تھا۔ تب مجھے اغواء کر لیا گیا۔ یہ لوگ مجھ سے دفینے کے متعلق معلوم کر رہے تھے۔ لیکن میں نے تشدد کے باوجود بھی انہیں کچھ نہیں بتایا"۔ لانسن خاموش ہوگیا۔ عمران نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ بھی دفینے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اور یہ پروفیسر رینزی ان کے ساتھ

ہے، تبھی لائنس یہ سب کچھ بتانے پر تیار ہوا تھا۔

”دفینہ چھپا کر تم نے بہت اچھا کیا“ عمران نے کہا۔ ”تم نے وہ کس جگہ چھپا رکھا ہے؟“

”سیکواٹل سمندر میں ایک جزیرہ ہے، یہ جزیرہ پہاڑوں سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن آبادی نہیں ہے۔ ایک پہاڑ ی کھوہ میں، میں نے دفینہ چھپا دیا تھا۔ لیکن اچانک چھوٹے سے جہاز کا ادھر سے گزر ہوا۔ تو مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ کھوہ میں سے ڈبے نکال سکتا۔ ویسے بھی میں جہاز والوں کے سامنے ان ڈبوں کو نکالنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے جہاز کو روکا اور اس میں سوار ہو کر شہر آ پہنچا۔ یہیں میری بدنصیبی کا آغاز ہو گیا“ لائنس خاموش ہو گیا

عمران بغور اس کا ایک ایک لفظ سن رہا تھا۔ ”یعنی اب وہ سیل بند ڈبے پر دفینہ بن گئے ہیں“ عمران نے ماحول کی تلخی کو کم کرنے کے لیے قدرے خوشگوار موڈ میں کہا۔

”ہاں ! اور دفینہ ہی رہے تو اچھا ہے۔ اگر دفینہ غلط ہاتھوں میں چلا گیا تو دنیا پر موت کے خوفناک سائے منڈلانے شروع ہو جائیں گے“ لائنس نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”کیا یہ مناسب نہیں کہ وہ دفینہ جلد سے جلد ہم اپنے قبضے میں کر لیں۔ اور پروفیسر رینزی کے حوالے کر دیں تاکہ متوقع خطرے کا اندیشہ ہی ختم ہو جائے“ عمران نے لائنس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے آپ لوگوں پر اعتماد ہے، آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا“ لائنس نے عمران کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور

اب عمران نے بھی مسکرا کر اس کا شانہ تھپک دیا۔
"لائسنس! تم اب آرام کرو، میرا خیال ہے ہم لوگ پچھلے پہر یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ میں ذرا انتظامات کر لوں"۔ عمران نے کہا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ صفدر، شکیل، نعمانی، چوہان تنویر اور صدیقی اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔ لیکن وہ یہ دیکھنے سے قطعی قاصر رہے کہ دروازے کے ساتھ لگا کوئی ان کی گفتگو سن رہا ہے۔



وہ آدمی ہوٹل کی لابی میں کھڑا خارجی دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مایوسی کے ہلکے ہلکے تاثرات چھائے ہوئے تھے۔ تب وہ اچانک ٹوائلٹس کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک ٹوائلٹ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ اس نے فریکوئنسی سیٹ کی۔ اور رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر پر لگا سبز رنگ کا ایک بلب جل اٹھا۔ فوراً ہی دوسری طرف سے ایک آواز ابھری ——— "ہیڈون سپیکنگ"۔
"رانڈل سپیکنگ باس! اوور"۔ اس نے کہا
"کیا رہا؟ اوور"۔ دوسری طرف سے ہیڈون نے بے تابی سے پوچھا
"باس! وہ کمرے میں موجود نہیں، ہم نے تمام ہوٹل چھان مارا ہے۔ لیکن

وہ نہ جانے کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ اوور" راڈل نے جواب دیا۔ پھر وہ تفصیل بتانے لگا ۔۔۔ "ہر آدھ گھنٹے بعد مجھے حالات سے آگاہ کرتے رہنا میں ہدایات جاری کرتا رہوں گا۔ اوکے" ہیڈون نے کہا

"اوکے باس!" راڈل نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اس سے آہستگی سے دروازے کو کھولا اور باہر نکل کر دوبارہ لابی میں آیا۔ فوراً تین آدمی مختلف راہداریوں سے نکل کر اس کی طرف بڑھے۔

"باس! اب کیا کریں، وہ لوگ تو کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے" ایک آدمی نے قدرے ناگوار سے لہجے میں کہا۔۔۔ "میں نے ہیڈون کو اطلاع دی ہے۔ اس کی ہدایت ہے کہ فی الحال یہیں ان لوگوں کی واپسی کا انتظار کیا جائے، ہمیں بہر صورت ہیڈون کی ہدایات پر عمل کرنا ہے" راڈل نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ اور تینوں آدمی سر ہلا کر اپنی اپنی پوزیشن کی طرف گئے۔ راڈل سامنے موجود سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن اچانک اسے کے دروازے میں سے ایک آدمی اندر داخل ہوتا نظر آیا۔ راڈل لمحہ بھر کے چونکا اور دوسرے ہی لمحے وہ سیڑھیوں سے ہٹ کر ہال کی طرف بڑھ چلا گیا۔ اس دوران دوسرا آدمی ایک خالی میز پر بیٹھ چکا تھا۔ راڈل قریب جا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور وہ آدمی چونک کر راڈل کو دیکھنے لگا۔

"اوہ ۔۔۔ راڈل تم ۔۔۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ تم اسی ہوٹل میں ملو گے" آدمی نے کہا ۔۔۔ "مسٹر سارنر! کیا بات ہے، پروفیسر رینزی کے متعلق کوئی خبر۔؟" راڈل نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں! پروفیسر رینزی ....." اس کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ اسی لمحے ہال کے دروازے میں سے کیپٹن شکیل اندر داخل ہوا تھا اس کے ساتھ یہ ہوا تھا کہ پروفیسر رینزی کو ابھی کچھ ہی دور لے کر گیا تھا کہ پروفیسر رینزی نے اسے روک کر واپس جانے کے لیے کہا اور بتایا کہ وہ خود ہی چلے جائیں گے۔ کیپٹن شکیل واپس چلا آیا تھا لیکن اس اثناء میں عمران وغیرہ ہوٹل سے نکل چکے تھے۔

راڈل نے کیپٹن شکیل کو دیکھتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی اور کیپٹن شکیل کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن شکیل اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ راڈل اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ کیپٹن شکیل چڑھ کر عمران وغیرہ کے کمرے کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ راڈل نے اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا راڈل نے فوراً دروازے کے قریب پہنچ کر کی ہول کے سوراخ سے اندر کمرے میں جھانکا اور دوسرے ہی لمحے وہ چونک اٹھا۔

کمرے سے ٹرانسمیٹر کی مخصوص زوں زوں کی آواز سنائی دے رہی تھی راڈل نے دیکھا۔ کیپٹن شکیل جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر آن کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد کمرے میں اس کی آواز گونجی۔ "شکیل سپیکنگ اوور" دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ شکیل کے منہ سے نکلا "آپ اب کس ہوٹل میں ہیں؟" "فائیو سٹار! اوکے! میں پہنچ جاؤں گا اوور اینڈ آل" ان الفاظ کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ کیپٹن شکیل نے ٹرانسمیٹر جیب میں رکھ لیا تھا۔

راڈل پھرتی سے دروازے کے سامنے سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل کمرے سے نکل کر ایک طرف بڑھ گیا۔ راڈل بھی پیچھے چلنے لگا اتنا وقت نہیں تھا کہ راڈل اپنے ساتھیوں کو مطلع کر سکتا۔ وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے باہر نکل آئے۔ دونوں دو ٹیکسیوں میں بیٹھ گئے۔ راڈل نے اگلی ٹیکسی پر گہری نظر رکھی ہوئی تھی۔ تعاقب کا سلسلہ فائیو اسٹار تک جاری رہا۔ وہ دونوں ٹیکسیوں سے نکل کر ہال میں داخل ہو گئے۔ بالآخر کیپٹن شکیل اوپر کی منزل کے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ تب راڈل نے کی ہول کے سوراخ پر جھک کر اندر ہونے والی ساری گفتگو سن لی۔ اور واپس چل پڑا۔ اسے خوشی ہو رہی تھی کہ اس نے مجرموں کے بارے میں کلیو حاصل کر لیا ہے اب وہ ہیڈ ڈون کو مطلع کرنا چاہتا تھا۔ اور اپنے ساتھیوں سے ملنا چاہتا تھا۔

وہ ٹیکسی کے ذریعے ہوٹل آبنر روڈ پہنچ گیا۔ یہاں اس نے ٹوائلٹ میں داخل ہو کر ٹرانسمیٹر پر مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور جلد ہی ہیڈ ڈون سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"راڈل سپیکنگ سر اوور؟" راڈل نے کہا۔ "ہیڈ ڈون سپیکنگ کیا رپورٹ ہے راڈل اوور۔" ہیڈ ڈون نے کرخت لیکن قدرے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔ "یس سر! رپورٹ انتہائی تسلی بخش ہے۔ مجرم ہوٹل آبنر روڈ چھوڑ کر فائیو اسٹار میں منتقل ہو گئے ہیں، ان کے ساتھ لانس بھی ہے" اس کے بعد راڈل نے ساری تفصیل بیان کرتا چلا گیا۔

"ویری گڈ راڈل! تمہاری کارکردگی تعریف کے لائق ہے، اب سنو!

ین شنارپر کو چند آدمیوں کے ہمراہ بھیج رہا ہوں، انہیں آبزرور میں رسیو کرنا وہ تم سب لوگوں کو ہینڈل کرے گا۔ تمام ضروری ہدایات میں اسے دے دوں گا۔ تم لوگ اب کوئی کارروائی نہ کرو، صرف فائیو سٹار کے گرد پھیل کر نگرانی کرو، شارپر فائیو سٹار کی بجائے آبزرور میں ملے گا۔ اوکے"۔ ہیڈ وِن نے ضروری ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ "اوکے سر، میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اوور"۔ راڈل نے قدرے مودبانہ لہجے میں کہا۔ "اینڈ آل" دوسری طرف سے آواز آئی اور راڈل نے ٹرانسمیٹر آف کر کے جیب میں رکھ لیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور پھر ہال میں بیٹھے سارنر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اپنے تینوں آدمیوں کو اس نے باہر بھیج دیا تھا۔

"ہاں تو سارنر! اب بتاؤ کیا معلوم کیا ہے تم نے"۔ راڈل نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "پروفیسر رینزی ایٹمی تیرائیم دوبارہ ایجاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"۔ سارنر نے جواب دیا۔ اور راڈل اس کی بات کے جواب میں چونک اٹھا۔

"کیا تم صحیح کہہ رہے ہو"۔ راڈل نے تیزی سے پوچھا۔

"ہاں میں اس کا اسسٹنٹ ہوں، مجھے نہیں معلوم ہوگا تو اور کسے معلوم ہوگا"۔ سارنر نے جواب دیا۔ "اس کا مطلب ہے، دو تین ماہ ایٹمی تیرائیم کی تیاری میں لگ ہی جائیں گے"۔ راڈل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

ہاں ہو سکتا ہے، زیادہ عرصہ لگ جائے"۔ سارنر نے جواب دیا۔

"لیکن اس وقت تک ہم انتظار نہیں کر سکتے۔ ہمیں بہر صورت دفینے

کی بازیابی کی کوشش کرنی ہے"۔ راڈل نے جواب دیا اور پھر مزید کہا۔ "تم وقتاً فوقتاً پروفیسر ریتزی کی سرگرمیوں سے مجھے آگاہ کرتے رہو گے۔" ——— "اوکے! کیا دفینے کے متعلق مزید کچھ پتہ چلا ہے" سارنر نے پوچھا ——— "ہاں ——! ایک اہم کلیو تو مل ہی گیا ہے"

"ایٹمی جراثیم کا دفینہ آخر کب تک دفینہ رہے گا۔ آخر کوئی اسے تلاش کر ہی لے گا۔ میری دعا ہے کہ تم لوگ اس میں کامیاب ہو"۔ سار نے کہا۔

"شکریہ! اب میں ذرا ضروری کام سے جا رہا ہوں، پھر ملاقات ہو گی۔" راڈل نے کہا اور اس سے مصافحہ کر کے ہال سے باہر نکلتا گیا۔ اس کے آدمی باہر موجود تھے۔ انہوں نے ایک ٹیکسی لی اور فائیو سٹار کی طرف روانہ ہو گئے۔ جیسے ہی وہ فائیو سٹار کے سامنے پہنچے۔ انہ شار پر دکھائی دیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔

صفدر، تنویر، کیپٹن شکیل، چوہان، صدیقی اور نعمانی نہا دھو کر تازہ دم ہو گئے۔ کھانا انہوں نے اپنے اپنے کمروں میں کھا لیا تھا۔ وہ سب لائنس اور عمران کے کمرے میں آ گئے۔ لائنس بھی کھانے وغیرہ سے فارغ ہو چکا تھا اور عمران غائب تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران ایک بیگ اٹھائے کمرے میں داخل ہوا۔ "سب لوگ تیار ہیں"۔ اس نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

"جی ہاں"۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ عمران نے بیگ میز پر رکھ کر کھولا۔ اس میں اسٹین گنیں، ریوالور، خنجر، غذائی اجناس، واٹر پروف لباس، ٹارچیں، انڈر واٹر پستول اور دیگر کئی ضروری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے گیس سلنڈرز بھی موجود تھے۔

عمران نے انڈر واٹر مخصوص پستولوں کا استعمال سب کو اچھی طرح سمجھا دیا۔ اور پھر وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے، عمران نے بیگ دوبارہ بند کر لیا کمرے کے دروازے کو لاک کر کے وہ راہداری سے ہوتے ہوئے سیڑھیاں اترے اور کاؤنٹر کی طرف بڑھے۔ چابیاں کاؤنٹر مین کے سپرد کیں اور وہ ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ عمران سیدھا سامنے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہاں سڑک کے کنارے دو جیپیں کھڑی تھیں۔ عمران کا رخ انہی جیپوں کی

طرف تھا وہ سب چار چار کی دو ٹولیوں میں بٹ کر دونوں جیپوں پر بیٹھ گئے ایک جیپ پر عمران، کیپٹن نعمانی، صدیقی اور چوہان تھے۔ جبکہ دوسری جیپ پر صفدر، تنویر، شکیل اور لانسن تھے۔ ڈرائیونگ صفدر اور نعمانی کر رہے تھے۔

دونوں جیپیں آگے پیچھے روانہ ہوگئیں، لانسن والی جیپ آگے تھی اور وہ انہیں گائیڈ کرنے والا تھا۔ سیکوائل تک کا راستہ عمران وغیرہ کو بھی معلوم تھا۔ سیم سے جو نقشہ عمران کو ملا تھا۔ اسمیں سیکوائل کے سمندر تک کا راستہ با آسانی سمجھایا گیا تھا۔ جیپیں تیزی سے سڑک پر دوڑی چلی جا رہی تھیں۔ ایک جگہ جیپیں رک گئیں اور لانسن عمران کی جیپ میں آگیا۔ اور چوہان صفدر والی جیپ میں چلا گیا۔ اب عمران کی جیپ آگے آگے روانہ ہوئی

"جب تم نے ایٹمی جراثیم کے بموں کو کھوہ میں ڈالا، تو کھوہ کی گہرائی تمہارے خیال میں کتنی تھی؟" عمران نے پوچھا۔ "تقریباً دس پندرہ فٹ رہی ہو گی، اوپر سے میں نے جھاڑیاں وغیرہ ڈال دی تھیں"، لانسن نے جواب دیا۔ "اوہ! پھر تو وہ گڑھا ہی ہوا، میں نے احتیاطاً ایک رسا بھی رکھ لیا تھا۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے بیان کردہ جزیرے میں واقعی کوئی آبادی نہیں ہے؟" عمران نے دوبارہ پوچھا۔

"اس میں واقعی کوئی آبادی نہیں، مجموعی طور پر اسے سنسان جزیرہ کہا جاسکتا ہے"۔ لانسن نے جواب دیا۔ اور عمران نے سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں

میں چمک سی لہرا رہی تھی۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے کوئی خاص بات سوچ رکھی ہے۔ جیپیں ایک مضافاتی علاقے میں دوڑ رہی تھیں۔ ارد گرد کھیت اور کچی سڑکیں دکھائی دے رہی تھیں کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی دکھائی دے رہی۔ انہی پہاڑیوں میں چکر کاٹتے ہوئے دونوں جیپیں سیکوائل کی طرف دوڑی جا رہی تھیں

انہیں سفر کرتے ہوئے پون گھنٹہ ہو گیا تھا۔ مزید آدھ گھنٹے بعد وہ ایک سنسان سے علاقہ میں داخل ہو گئے۔ نقشے کے مطابق سیکوائل کا علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ یہاں ہر طرف پہاڑی ٹیلے دور دور تک بکھرے ہوئے تھے۔ جونہی وہ ایک پہاڑی کی اوٹ نکلے۔ تو دائیں طرف سمندر دکھائی دیا۔

"جزیرہ، سمندر سے نجانے کتنے فاصلے پر ہو، یہ فاصلہ کیسے طے کیا جائے گا" کیپٹن نعمانی نے عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"لانچوں کے ذریعے! لانچ کا انتظام بھی میں کر چکا ہوں" عمران نے جواب دیا۔ کیپٹن نعمانی نے سمجھ جانے کے انداز میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں جیپیں ساحل کے قریب ٹیلوں کی اوٹ میں کھڑی ہو گئیں۔ جیپوں کے انجن لاک کر کے سامان اتارا جانے لگا۔ اور پھر وہ سب سمندر کے کنارے کھڑی لانچ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ لانچ کو ایک رسے کی مدد سے باندھا گیا تھا۔ ارد گرد کوئی بھی آدمی موجود نہیں تھا۔ وہ سب لانچ پر سوار ہو گئے۔ کیپٹن شکیل نے لانچ کا کنٹرول سنبھال لیا۔ اس کے ساتھ لانس بغرض گائیڈ بیٹھ گیا۔ باقی سب لانچ پر بنے کیبن میں بیٹھ گئے

چند لمحوں بعد لانچ کا انجن اسٹارٹ ہو گیا۔ عمران بھی لالنسن وغیرہ کے قریب آ گیا۔ لالنسن نے عمران کو دیکھ کر کہا

"ہمیں سب سے پہلے مشرق کی طرف ایک بڑی سمندری چٹان تلاش کرنی ہے، یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں جہاز چٹان سے ٹکرا کر غرق ہوا تھا۔"

عمران نے پوچھا۔ "دفینہ کتنے سیل بند لمبوں پر مشتمل ہے"؟

"اس کا علم نہیں"۔ لالنسن نے بتایا۔ "لیکن جب ایٹمک لیبارٹری میں ایٹمی جراثیم ایجاد ہوئے تھے۔ تو اس وقت تو صرف تین تھے۔ مجھے صرف ایک بیگ ملا تھا۔ اس میں تو تین ہی بم تھے۔" لالنسن نے جواب دیا۔

اس اثنا میں لانچ ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ لانچ میں ایک قطب نما بھی لگا ہوا تھا۔ اسی کی مدد سے لانچ مشرقی سمت بڑھتی جا رہی تھی عمران نے دوربین آنکھوں سے لگا رکھی تھی۔ اور اس کی مدد سے وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا۔ عمران اچانک عمران کو دور سمندر میں کوئی چھوٹی سی چیز نظر آئی۔ اس نے دوربین اٹھائی اور اس چیز کو دیکھا۔ یہ ایک چٹان تھی۔ جو پانی میں اوپر تک ابھری ہوئی تھی۔

"شاید یہی وہ چٹان" عمران نے لالنسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! یہی ہے"۔ لالنسن نے جواب دیا۔ لانچ لمحہ بہ لمحہ چٹان کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ چٹان واضح اور بڑی ہوتی چلی جا رہی تھی۔ بالآخر چٹان قریب آ گئی۔ لالنسن کے اشارے پر کیپٹن شکیل نے لانچ روک دی۔ "اب کدھر جانا ہے"؟ شکیل نے پوچھا

"میرا خیال ہے، یہاں سے کچھ آگے جا کر بائیں طرف مڑنا ہے" لانسن
نے جواب دیا۔ اور عمران کے اشارے پر شکیل نے لانچ دوبارہ آگے بڑھا
دی۔ دور دور تک سمندر ہی سمندر پھیلا دکھائی دے رہا تھا۔ تقریباً
ایک میل آگے بڑھنے کے بعد لانسن نے کہا۔ "جنوب کی طرف موڑ دو"۔
کیپٹن شکیل نے اسٹیرنگ بائیں طرف گھما دیا اور اسپیڈ بڑھا دی۔
"رات تو پڑ ہی جائے گی؟" عمران نے لانسن کی طرف دیکھتے ہوئے
کہا۔ "نہیں! ایک دو گھنٹے میں ہم پہنچ جائیں گے"۔ لانسن نے جواب
دیا۔ سفر جاری رہا۔ لانچ تیزی سے سمندر کے سینے کو چیر رہی تھی۔ بالآخر
دور سے ایک ٹکڑا سا دکھائی دیا۔ لانچ مزید آگے بڑھی تو یہ ٹکڑا
ساحل کا ٹکڑا ثابت ہوا۔
"یہی جزیرہ ہے" لانسن نے تیز لہجے میں کہا۔
جزیرہ تیزی سے قریب آتا جا رہا تھا۔ جزیرے پر پہاڑ اور ہرے بھرے
درختوں کا سلسلہ پھیلا دکھائی دے رہا تھا۔ چند لمحوں بعد، لانچ اس
جزیرے کے کنارے پر جا لگی۔ وہ سب لانچ سے اتر کر جزیرے پر آ گئے
اور لانچ ریت پر لائی گئی۔ عمران لانچ کو کسی محفوظ جگہ چھپانا چاہتا
تھا قریبی گھنی جھاڑیوں میں لانچ چھپا دی گئی اور پھر وہ سب لانسن
کی رہنمائی میں آگے بڑھے۔
"یہاں سے وہ جگہ کتنی دور ہے۔" عمران نے چلتے چلتے پوچھا۔
"یہاں سے تو قریب ہی ہے۔ لیکن اس وقت رات پڑ رہی ہے۔ اور

پھر دفینہ برآمد کرنے میں بھی خاصا وقت لگے گا۔ میرا خیال ہے۔ ہمیں یہ رات بسر کر کے دوسری صبح اپنے کام کا آغاز کرنا چاہئے۔" لانسن نے تجویز پیش کی۔ باقی ممبرز بھی طویل سفر سے تھکن محسوس کر رہے تھے چنانچہ عمران نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لانسن انہیں لے کر قریبی درختوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

" ان درختوں کی شاخیں موٹی موٹی اور آپس میں الجھی ہوئی ہیں۔ ان پر آسانی سے رات گزاری جا سکتی ہے "۔ قریب پہنچ کر لانسن نے کہا۔ اور وہ سب مختلف درختوں پر چڑھنے لگے۔ اوپر شاخیں واقعی ویسی تھیں جیسا کہ لانسن نے بیان کیا تھا۔ وہ سیدھے ہو کر لیٹ گئے۔ بیگ بھی اوپر کھینچ لیا گیا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ گہری نیند میں کھو گئے۔

دوسرے دن صبح سویرے وہ سب جاگ اٹھے۔ درختوں پر سے پھل اتار کر ناشتہ کیا گیا۔ اور پھر وہ لانسن کی طرف متوجہ ہو گئے۔

" کیا خیال ہے، چلیں ؟" عمران نے پوچھا۔ اور لانسن گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ لانسن ایک پہاڑی پر سے ہو کر دوسری طرف پہنچا اور ایک نزدیک پہاڑ کے درمیان بنے دہانے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران وغیرہ اس کی تقلید کر رہے تھے۔ لانسن دہانے کے پاس جا کر رک گیا۔

" ذرا احتیاط سے، پچھلی دفعہ چند زہریلے جانور یہاں موجود تھے "۔ لانسن نے تنبیہہ کی۔ اور پھر دہانے میں داخل ہو گیا۔ غار میں ہلکی ہلکی تاریکی

چھائی ہوئی تھی۔ عمران وغیرہ نے ٹارچیں روشن کرلیں اور ان روشنی میں آگے بڑھنے لگے۔ غار خاصہ وسیع تھا اور سیدھا چلا گیا۔ آگے جاکر دائیں طرف مڑ رہا تھا۔ وہ سب لانسن کی راہنمائی میں غار میں بڑھتے چلے گئے۔ بالآخر ایک جگہ لانسن نے ان سب کو رکنے کا اشارہ کیا۔ سامنے ایک گہرا کھڈ دکھائی دے رہا تھا۔

"اس جگہ دفینہ موجود ہے"۔ لانسن نے جواب دیا۔ عمران نے اس کی بات سن کر اپنے بیگ میں سے رسا نکال لیا۔ لانسن کھڈ میں جھانک رہا تھا۔ عمران اور دیگر ساتھی بھی کھڈ کے قریب چلے آئے۔ انہوں نے کھڈ کے اندر جھانکا خاصا گہرا دکھائی دے رہا تھا۔ نیچے جھاڑیاں تھیں۔ عمران نے رسے کا ایک سرا کیپٹن شکیل وغیرہ کو پکڑا دیا اور دوسرا سرا کھڈ کے اندر پھینک دیا۔

"میرا خیال ہے، تم ہی نیچے اترو"۔ عمران نے لانسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور لانسن آہستہ آہستہ رسا چھوڑ رہا تھا۔ بالآخر اس کے پاؤں کھڈ کی سطح میں پڑی جھاڑیوں پر جا لگے اور اس نے رسا چھوڑ دیا۔ اب عمران نے بھی رسا پکڑا اور کھڈ میں لٹک گیا۔ اس نے اوپر سے ہی چھلانگ لگائی اور پیروں کے بل زمین پر آیا۔ بڑا ٹارچ عمران نے تھام رکھی تھی۔ لانسن اور عمران مل کر جھاڑیاں ایک طرف ہٹانے لگے۔ کافی جھاڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ لانسن انہیں ہٹاتے ہٹاتے ہانپنے لگا۔ جبکہ تیزی سے ہٹاتا جا رہا تھا۔ بالآخر تمام جھاڑیوں کو ایک طرف ہٹا دیا گیا اور ٹارچ کی روشنی میں نیچے سیاہ رنگ کے بم نما ڈبے نظر آئے۔ عمران نے ایک ڈبہ اٹھا کر دیکھا۔

ڈبے پر ہلکی ہلکی گرد کی تہہ لگی ہوئی تھی۔ عمران نے باری باری انہیں اوپر اچھال دیئے۔ جنہیں نعمانی نے فوراً کیچ کر لیا۔

"رسے کو پکڑ لو، تمہیں میرے ساتھی اوپر کھینچ لیں گے" عمران نے لالنسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ لالنسن سر ہلا کر رسے کی طرف بڑھ گیا چند ہی لمحوں بعد عمران اور لالنسن اوپر پہنچ چکے تھے۔ تینوں بم نما ڈبے سیاہ رنگ کے بیگ میں رکھ دیئے گئے۔ اور وہ واپس ہوئے

"یہ تو ایٹمی جراثیم کے بم ہیں۔" عمران نے لالنسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں"۔ لالنسن نے مختصر سا جواب دیا۔ وہ لانچ تک پہنچے اور تھوڑی دیر بعد ان کی لانچ واپس روانہ ہو گئی۔ "دفینہ کو اب کیا کریں گے۔" صفدر نے عمران سے پوچھا۔ "پروفیسر رینزی کے ساتھ مل کر ان کے استعمال کا طریقہ کار سمجھیں گے اور انہیں ضائع کر دیں گے"۔ عمران نے جواب دیا۔ اس کی بات سن کر لالنسن نے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب، اتنی قیمتی ایجاد تباہ کرنے سے تمہیں کیا حاصل ہو گا" لالنسن نے کہا۔ "ایجاد کی قیمت عالمی امن کی قیمت سے زیادہ نہیں ہے۔ عالمی امن ضروری ہے۔ یا کہ قیمتی اور مہلک ایجادیں"۔ عمران نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ لالنسن اس کی بات کے جواب میں سر ہلا کر خاموش ہو گیا تھا۔

سورج بادلوں کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا۔ تین گھنٹے لگاتار انہوں نے سفر جاری رکھا۔ اور بالآخر سیکوائل کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ لانچ کنارے پر رسے سے باندھ دی گئی۔ اور وہ اپنی جیپوں کی طرف بڑھ گئے۔ چند لمحوں بعد وہ

جیپوں میں بیٹھے شہر کی طرف جا رہے تھے۔ ایک سنسان سے موڑ پہ وہ جونہی مڑے۔ اسی لمحے دونوں جیپوں کو پوری قوت سے بریک لگانے پڑے اور دوسرے ہی لمحے فضا گولیوں کی تڑ تڑاہٹ سے گونج اٹھی۔



پروفیسر رینزی اپنی لیبارٹری میں تھے۔ تجربہ گاہ میں اس وقت اور کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ ہر طرف سائنسی آلات اور مشینیں بکھری ہوئی تھیں۔ پروفیسر رینزی میز کے پیچھے بیٹھے گہری سنجیدگی سے ایک چھوٹے سے چارٹ کا مطالعہ کر رہے تھے۔ چارٹ پر مختصر فارمولے اور ڈایاگرام دکھائی دے رہے تھے۔ پروفیسر جگہ جگہ سے ڈایاگرام اور فارمولوں میں پنسل سے تبدیلیاں کر رہے تھے۔ چند لمحوں بعد انہوں نے ایک طویل سانس لے کر عینک اتاری اور پھر کال بیل کا بٹن دبایا۔ فوراً ہی تجربہ گاہ کا دروازہ کھلا اور ان کا اسسٹنٹ سارنر اندر داخل ہوا۔

"یس سر"۔ اس نے مؤدب لہجے میں پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں مخصوص عیارانہ چمک ابھر رہی تھی۔

"آج میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں"۔ پروفیسر رینزی نے تھکے ہوئے لہجے میں سارنر کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی فرمائیے"؟ سارنر نے قدرے حیرانگی سے پوچھا۔ اور پروفیسر

کے سامنے بیٹھ گیا۔ "تمہیں معلوم ہے، تمہارے آنے سے قبل میرے دو اسسٹنٹ پراسرار طور پر غائب ہو چکے ہیں"؟ پروفیسر رینزی نے کہا۔ "جی ہاں! مجھے معلوم ہے"۔ سارنز نے جواب دیا
"اور یہ شاید تمہیں علم نہیں کہ ان کی گمشدگی کا اصل محرک کیا ہے؟"
پروفیسر نے پوچھا۔ "نہیں! اس کا مجھے علم نہیں"۔ سارنز نے صاف جھوٹ بول دیا۔ حالانکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ دونوں کس وجہ سے شکار ہوئے ہیں۔ "دراصل"۔ پروفیسر نے ایک طویل سانس لے کر کہنا شروع کیا۔ "جب میں نے اتفاقی طور پر ایٹمی جراثیم ایجاد کیے ہیں، اس وقت سے مجھے اپنے گرد ایک نامعلوم، غیر محسوس سا خوف کا پھندا پھیلا دکھائی دیتا ہے۔ ایٹمی جراثیم کی ایجاد کے بعد سے مجھے دوبارہ اغواء کیا گیا۔ میرے سامنے کئی افراد ہلاک ہوئے۔ یہ لوگ ایٹمی جراثیم کے فارمولے کو چوری کرنا چاہتے ہیں، لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ ایجاد تو اتفاقی طور پر ہوئی ہے، باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت نہیں، اور یہ کہ اس ایجاد کا فارمولا تو میرے سے بنایا ہی نہیں گیا۔ میں سمجھتا ہوں، ایٹمی جراثیموں کی ایجاد بہت منحوس ثابت ہوئی ہے۔ ایٹمی جراثیم بم، اچھا ہوا، سمندر میں دفینہ بن گئے۔ ورنہ اب اگر وہ منظر عام پر ہوتے تو دنیا پر موت کا بھیانک سایہ لہرا رہا ہوتا۔ اب جبکہ وہ بم دفینہ بن چکے ہیں۔ اس کے باوجود ہنگاموں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان کا انجام کتنا بھیانک ہوگا"۔ پروفیسر کا لہجہ

بے جذباتی تھا۔ سارنر کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر پروفیسر اسے کونسی اہم بات بتانا چاہتا ہے۔ پروفیسر رینزی نے چند لمحوں کے توقف کے بعد دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"میں نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی تھی، دراصل جراثیم بم تعداد میں تین تھے، لیکن جس وقت انہیں یہاں سے سینٹرل لیبارٹری بذریعہ بحری جہاز بھیجا جا رہا تھا۔ تو حفظ ما تقدم کے طور پر مزید تین بم بالکل انہیں کی ضمانت کے ساتھ دیے گئے تھے۔ یہ بم بالکل بے ضرر تھے یہ اس لیے کیا گیا تھا تاکہ اگر کسی بھی غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا ہو تو اصل بم چوری ہونے کی بجائے نقلی بم چوری ہو جائیں لیکن ہوا برعکس، جہاز غرقاب ہو گیا اور وہ بم بھی کہیں دفن ہو گئے۔" پروفیسر نے طویل سانس لی اور چند لمحوں کے توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

"جراثیم بم انتہائی مہلک ایجاد ہیں۔ صرف ایک بم کسی بھی ملک کے کروڑوں عوام کو پلک جھپکنے میں موت کی نیند سلانے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر یہ ایجاد ہماری حکومت کو حاصل ہو جائے تو اس کا ساری دنیا پر دبدبہ قائم ہو جائے۔ بہرحال اب میں کوشش کر رہا ہوں کہ ایٹمی جراثیم بم دوبارہ ایجاد کروں اور اس کے لیے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

پروفیسر رینزی نے اپنا چشمہ اتار کر صاف کیا اور دوبارہ آنکھوں پر لگاتے ہوئے سوالیہ انداز میں سارنر کی طرف دیکھا۔

"میں ہر حال میں آپ سے مکمل تعاون کا یقین دلاتا ہوں" سارنر نے

قدرے مؤدب لہجے میں کہا اور پروفیسر نے سر ہلا دیا۔
" اس کے لیے اب تمہیں آج سے ہی رازداری کا وعدہ کرنا پڑے گا میں نہیں چاہتا کہ کسی کو یہ بھنک بھی نہ پڑے کہ ایٹمی جراثیم بم دوبارہ ایجاد کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اگر اس کی ہوا بھی کسی کو مل گئی تو میری اور تمہاری خیر نہیں، بجھتی آگ پھر بھڑک اٹھے گی"۔ پروفیسر کی بات سن کر سارنر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
" آپ فکر نہ کریں، میری زبان پر کبھی بھی یہ الفاظ نہیں آئیں گے" سارنر نے ادب سے کہا۔ " اوکے! بس میں یہی کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔ پروفیسر نے کہا اور سارنر سر ہلا کر تجربہ گاہ سے نکل گیا۔
اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے دروازہ اندر سے اچھی طرح بند کیا اور پھر میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے قریب پہنچ کر اپنی جیب میں سے ایک چھوٹی سی چابی نکالی اور میز کی اوپری دراز کے لاک ہول میں ڈال دی لاک کھول کر اس نے چابی جیب میں رکھی اور دراز کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر کسی کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ فریکوئنسی سیٹ ہوتے ہی اس نے بٹن دبایا اور مدھم آواز میں بولا
" سارنر سپیکنگ "
" یس! ہیڈ ون سپیکنگ فرام دس اینڈ۔" دوسری طرف سے بھاری اور قدرے کھردری سی آواز سنائی دی۔
باس! میں نے راڈل کو اطلاع دی تھی کہ پروفیسر رینز سی ایٹمی جراثیم

بم دوبارہ ایجاد کرنے والا ہے اوور" سارنر نے کہا۔

"اوہ! راڈل نے یہ بات مجھے نہیں بتائی اوور" دوسری طرف سے ہیڈون نے چونکتی آواز میں کہا۔ "بہرحال! پروفیسر اس کے لیے سخت محنت کر رہا ہے، اور کچھ ہی عرصے بعد وہ ایٹمی جراثیم بم دوبارہ ایجاد کر لے گا۔ اس ایجاد کو پروفیسر بے حد خفیہ رکھ رہا ہے۔ میرے ذہن میں ایک پلان آیا ہے اوور"۔ سارنر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا! جلدی بتاؤ اوور؟" دوسری طرف سے تیز پر تجسس لہجے میں پوچھا گیا ——— "ہمیں پروفیسر کو اغوا کر لینا چاہیے۔ پروفیسر کو ہم اپنی لیبارٹری میں ایٹمی بم کی ایجاد کرنے پر مجبور کر دیں گے۔ اس طرح بازی مکمل طور پر ہمارے حق میں ہو جائے گی اوور" سارنر نے اپنا خیال پیش کرتے ہوئے کہا ——— "ویری گڈ، پلان پر عمل کس طرح کیا جائے اوور" ہیڈون نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"میں ابھی پروفیسر سے کوئی بہانہ کر کے اسے باہر لے آتا ہوں، ہم سیاہ رنگ کی کار میں ہوں گے، کسی سنسان جگہ پر ہماری کار روک لی جائے اوور" سارنر نے جواب دیا ——— "اوکے! میں ابھی رینڈل کو بھیجتا ہوں تم آدھ گھنٹے بعد لیبارٹری اسے لے کر نکلو اوور"

"رائٹ باس! میں سمجھ گیا اوور اینڈ آل" ان الفاظ کے ساتھ ہی سارنر نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر آف کر کے دراز میں رکھا۔ اور پھر ٹھیک بیس منٹ بعد پروفیسر کے پاس پہنچ گیا۔ "جناب! میرے ذہن میں ایک

ایسی ہستی ہے جو اس ایجاد میں آپ کی بے حد مدد کر سکتی ہے۔ سارنر نے کہا اور پروفیسر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "اچھا! کون ہے وہ؟" پروفیسر نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔ "نام تو مجھے معلوم نہیں، البتہ اس وقت اپنی رہائش گاہ پر ہونگے۔ آپ چاہیں تو ابھی ملاقات کر کے تسلی کر لیں" سارنر نے کہا اور پروفیسر سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا "اوکے! چلو"

وہ دونوں وسیع و عریض لیبارٹری کی مختلف راہداریاں کراس کرتے باہر نکل آئے، احاطے میں سیاہ رنگ کی کار دیگر کئی کاروں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد سیاہ کار میں بیٹھے وہ دونوں مین روڈ پر چلے جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ سارنر کر رہا تھا اس نے انکھیوں سے عقب نما آئینے میں دیکھا، پیچھے سفید رنگ کی کار چلی آرہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر سرد سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ جیسے ہی اس نے ایک سنسان سڑک پر کار موڑی۔ اسی لمحے سفید کار اوور ٹیک کرتی ہوئی، اس کے آگے سڑک پر ترچھی حالت میں کھڑی ہو گئی۔ سارنر نے گھبرائے ہوئے انداز میں فوراً بریک لگا دیئے۔

اگلی کار میں سے چار ریوالور بردار انکی طرف بڑھے، پروفیسر کی حالت سوکھے پتے کی سی ہو رہی تھی، وہ خوفزدہ انداز میں ریوالور بردار وں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اچانک ان کے سر پر بھرپور ضرب پڑی۔ اور وہ بغیر کوئی آواز نکالے اندھیروں میں ڈوبتے چلے گئے۔

سارنر نے فوراً کار اسٹارٹ کر دی، باقی افراد بھی اپنی کار میں بیٹھ چکے تھے، تھوڑی دیر بعد دونوں کاریں ایک کمرشل بلڈنگ کے سامنے جا

رکیں ۔ نجانے کتنی دیر بعد پروفیسر رینزی اٹھ بیٹھے ۔ان کا سر بھاری ہو رہا تھا، اور سر کے پچھلے حصے میں ایک دوسرا سر نمودار ہو گیا تھا۔ جیسے ان کی آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئیں، انہوں نے خالی کمرہ دیکھا۔ جونہی انہوں نے دائیں طرف نظر دوڑائی، اسی لمحے ان کے منہ سے حیرت زدہ تیز آواز نکلی۔ "اوہ ! تم ۔۔۔ !!!"



پہاڑوں کے درمیان یکدم فائرنگ کی بے تحاشہ آوازیں ابھری تھیں ، اور دوسرے ہی لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا، اردگرد کی فضا ایک مرتبہ پھر چیختی چلی گئی۔

ان کی جیپوں نے جیسے ہی موڑ کاٹا تھا، اس لمحے سامنے ایک تناور درخت گرا دکھائی دیا تھا۔ اور فوری طور پر انہیں بریک لگانے پڑے تھے۔ جیسے ہی جیپیں رکیں، دائیں بائیں سے دس بارہ مسلح افراد جھاڑیوں کی اوٹ سے نکلے اور دوسرے ہی لمحے انہوں نے جیپوں کے ٹائروں پر فائرنگ کر دی تھی جس کی وجہ سے جیپوں کے ٹائر ایک دھماکے سے بلاسٹ ہو گئے تھے۔

عمران نے فوری طور پر حرکت کی اور بیگ میں موجود ایٹمی جراثیم بم پھرتی سے نکال کر پچھلی نشست کے نیچے ڈال دیے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے الٹی قلابازی کھائی، اور زمین پر پیر لگتے ہی جیپ کی اوٹ میں ہو گیا

فوراً ہی پچھلی جیپ میں بیٹھے صفدر اور تنویر نے بھی قلابازیاں کھائیں اور جیپ کے پیچھے جا پڑے۔ اسٹین گنیں انہوں نے مدمقابل افراد کی طرف لیں، عمران نے یک دم ٹریگر دبایا، تڑ تڑ۔۔۔!! کی آوازوں سے فضا میں ہلچل پیدا ہوئی۔ اور دوسرے ہی لمحے تین بھیانک موت کی چیخیں ابھریں اور معدوم ہوتی چلی گئیں، اس وقت صفدر اور تنویر نے پوزیشنیں لے کر مزید چند افراد پر بائیں طرف فائرنگ کی، ایک مرتبہ پھر تین چار آدمی زندگی سے دور ہو گئے، چند لمحوں میں عمران کے ایک اور برسٹ نے بقیہ افراد کو بھی جہنم واصل کر دیا۔ اور وہ طویل سانس لیتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اس عرصے کے دوران ان کے بقیہ ساتھی سیٹوں میں جھکے ہوئے تھے تاکہ فائرنگ کی زد میں نہ آسکیں۔

"اب تو پیدل ہی چلنا پڑے گا۔" صفدر نے کہا۔ "فالتو ٹائر موجود ہیں، کیوں نہ ٹائر ہی تبدیل کر لیے جائیں ویسے بھی سفر ابھی کافی پڑا ہے" عمران نے رائے دی۔ "او کے! اس میں وقت لگے گا، لیکن پیدل چلنے کی صعوبتوں سے تو بچ جائیں گے۔" صفدر سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

عین اسی لمحے، ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز ابھری۔ عمران وغیرہ چونک اٹھے۔ "اوہ! یہ آواز کیسی ہے"؟ عمران نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔ "یہ تو کسی مشین کی گڑگڑاہٹ معلوم دیتی ہے۔" صفدر نے خیال پیش کیا۔ "لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اس ویرانے میں کسی مشین کا کام"؟ عمران بولا۔ گڑگڑاہٹ دائیں طرف کی پہاڑی اوٹ سے آ

تھی۔ اور پھر اچانک پہاڑی کے عقب سے ایک ٹرک نمودار ہوا، اس کے پیچھے ایک جیپ دکھائی دے رہی تھی اور جیپ میں بیٹھے افراد صاف طور پر دکھائی دے رہے تھے۔

عمران کے اشارے پر سب نے جیپوں کی اوٹ میں پوزیشنیں لے لیں سب کے پاس اسٹین گنیں ریوالور وغیرہ موجود تھے۔ ٹرک ان کی جیپوں سے دس قدم دور رک گیا۔ جیپ ٹرک کے پیچھے چھپی ہوئی تھی، پھر اچانک ٹرک میں سے اسٹین گنوں کی نالیاں جھلکنے لگیں۔

ان کی تعداد دیکھ کر عمران پریشان ہو گیا۔ پہلے مقابلے میں بھی ان کی کافی گولیاں ضائع ہو چکی تھیں اور اب عمران کو اندیشہ تھا کہ اگر مقابلہ پھر شروع ہو گیا تو یقینی طور پر انہیں بے بسی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اچانک وہ چونک اٹھا ٹرک کی طرف سے مائیکروفون پر کوئی آدمی ان سے مخاطب تھا۔

"تم لوگ ہتھیار پھینک دو" اور ہاتھ اٹھا کر جیپوں کی اوٹ سے باہر نکل آؤ، دوسری صورت میں ہم بھون کر رکھ دیں گے"۔ لہجہ بے حد سخت تھا۔ عمران نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اس کے ساتھی اشارے کے منتظر تھے

"میں تین تک گنتی گنوں گا، اگر تین کے بعد تم لوگ باہر نہ نکلے، تو خود ذمہ دار ہو گے"۔ مائیکروفون پر آواز دوبارہ ابھری،

عمران نے چند لمحوں کے لیے کچھ سوچا اور پھر اپنے ساتھیوں کو ہتھیار پھینک دینے کا اشارہ کیا، سب نے اپنی اسٹین گنیں ٹرک کے آگے پھینک دیں اور پھر ہاتھ اٹھا کر جیپوں کی اوٹ سے نکل آئے۔

فوراً ہی ٹرک میں سے بیس کے قریب افراد اُترے۔ سب اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ انہوں نے عمران وغیرہ کے گرد گھیرا ڈال کر اسٹین گنوں کا رخ ان کی طرف کر دیا۔ ایک لمبا تڑنگا آدمی عمران کے سامنے پہنچ کر اُسے گھورنے لگا۔ "بھائی صاحب! میں بر دکھاوے کیلئے تو نہیں آیا ہوں" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"بکواس بند کرو۔ تم لوگ کون ہو، شاید تم ان کے لیڈر ہو" اس آدمی نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی بالکل نہیں، ہم میں سے کوئی کسی کا لیڈر نہیں، کیا تمیں لیڈر رہنا پسند ہیں؟" عمران کی زبان پر کھجلی ہوئی، اور عمران شروع ہو گیا۔

"بکواس بند کرو" طویل قامت دھاڑا۔ اور پھر اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ اس آدمی نے آگے بڑھ کر جیب میں سے رسیاں نکالیں اور باری باری ان سب کے ہاتھ باندھتا چلا گیا۔ عمران اور اس کے ساتھیا کو ٹرک کے پچھلے حصے میں بند کر دیا گیا۔

عمران وغیرہ کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا کہ باہر کیا ہو رہا ہے بہرحال چند لمحوں بعد ٹرک نے ایک جھٹکا لیا اور روانہ ہو گیا۔

"اس مرتبہ تو سیدھے پھنسے" کیپٹن شکیل بولا۔ "ہاں! اور یہ سارا ڈرامہ صرف اور صرف اس دفینے کے لیے ہے جو ہم برآمد کر چکے ہیں" صفدر نے ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "اب ہمیں ہر حال میں وہ بم اپنے قبضے میں کرنے، چاہے کچھ کیوں نہ ہو جائے" عمران بولا

"کیوں نہ باہر نکلنے کی کوشش کریں"؟ تنویر نے تجویز پیش کی۔
"دیکھو کوشش، بے فائدہ ہوگی، ٹرک مکمل طور پر سیل بند ہو چکا ہے"۔ عمران نے جواب دیا اور تنویر خاموش ہوگیا۔ ٹرک تیزی سے دوڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ آخر تھوڑی دیر بعد انہوں نے ٹرک کو رکتے محسوس کیا اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ کھٹ پھٹ کی آوازیں سنائی دیں اور پھر عقبی دروازہ کھل گیا۔ انہیں باہر آنے کا اشارہ کیا گیا۔ وہ نیچے اتر آئے۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ چونک اٹھے، وہ اسی عمارت کے سامنے کھڑے تھے جس میں وہ پہلے بھی داخل ہو چکے تھے۔
انہیں اسٹین گنوں کی کورنگ میں اندر لے جایا گیا۔ مختلف راہداریوں سے گذار کر انہیں ایک دروازے کے سامنے رکنے کا اشارہ کیا گیا ایک آدمی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پھر عمران وغیرہ کو اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے کمرے میں داخل ہو گئے۔ عقب سے دروازہ لاک ہونے کی آواز آئی۔
اچانک انہیں سامنے ایک آدمی بے ڈھنگے انداز میں پڑا دکھائی دیا عمران تیزی سے قریب پہنچا، اور اسے سیدھا کیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے تحیر خیز آواز نکلی۔ "اوہ! پروفیسر رینزی"۔
پروفیسر رینزی کے الفاظ سن کر لاسن تیزی سے قریب پہنچا۔
"پروفیسر رینزی"! اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "یہ یہاں کیسے پہنچے"۔ "ظاہر ہے انہیں بھی اغوا کیا گیا ہوگا۔ بہرحال یہ بے ہوش ہیں

پہلے ہوش میں لے آنا چاہیئے"۔ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر پروفیسر کی ناک چٹکی میں دبا لی۔ پروفیسر کو سانس لینے میں دقت ہوئی تو انہوں نے کسمساکر آنکھیں کھول دیں۔ عمران فوراً انہیں چھوڑ کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پروفیسر چند لمحوں تک اسی حالت میں پڑے رہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ جیسے ہی ان کی نظر عمران وغیرہ پر پڑی۔ ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ "اوہ! تم... !"

"جی ہم"۔ عمران نے سر جھکا کر جواب دیا۔ "اب کیا محسوس کر رہے ہیں آپ؟" عمران نے انہیں سہارا دیتے ہوئے کہا۔ "اوہ! وہ لوگ"۔ پروفیسر نے تھوک نگل کر اٹکتے ہوئے کہا۔ "انہوں نے ریوالور کا وار کر کے مجھے بے ہوش کر دیا تھا۔"

"اوہ! اس کا مقصد ہے، آپ کو کسی خاص مقصد کے لیے اغواء کیا گیا ہے"۔ عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ آخر یہ لوگ مجھ سے چاہتے کیا ہیں"۔ پروفیسر نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ عمران کچھ سوچنے میں مصروف تھا چند لمحوں بعد اس نے پروفیسر کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"ایٹمی جراثیم بموں کے بارے میں کوئی خاص بات جو آپ کو معلوم ہو، بتائیں۔"؟ ——— "خاص بات"۔ پروفیسر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "خاص بات تو کوئی نہیں، لیکن ہاں ایک بات ہے..."۔ پروفیسر نے آخر میں چونکتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا؟" عمران نے تیزی سے پوچھا۔
"ان دنوں میں ایٹمی جراثیم دوبارہ ایجاد کرنے کی سوچ رہا ہوں"
پروفیسر نے بتایا۔ "اور اس بات کا ذکر آپ نے کس کس سے کیا تھا؟"
عمران نے تیز لہجے میں پوچھا
"صرف اپنے اسسٹنٹ سانڈرز سے، جو حال ہی میں مجھے اسسٹنٹ
کرنے لگا ہے"۔ پروفیسر نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ اور عمران نے سر
ہلا دیا۔ "صاف بات ہے، وہ مجرموں میں سے ہی ہے، اور باقاعدہ
منصوبے کے تحت آپ سے لگا ہوا ہے"۔ عمران بولا۔
"اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو ہمارے بارے میں کیسے
اطلاع ملی"۔ عمران کا لہجہ الجھا ہوا تھا۔ "ہو سکتا ہے ...." صفدر
ابھی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازہ کھلا اور تین اسٹین گن بردار ایک
طویل قامت کرخت چہرے والے کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔
"ہوں"، طویل قامت نے ان کی جانب گھورتے ہوئے ہنکارہ بھرا
"کون ہو تم لوگ"؟ یہ ہیڈون تھا۔ اس سے پہلے بھی عمران کا
سامنا اس سے ہو چکا تھا۔
چھوڑو ! یہ بتاؤ ہمیں کس لیے پکڑا ہے ...؟" عمران نے مکھی سے
اڑانے کے انداز میں کہا۔ "دلیر لگتے ہو" ہیڈون نے طنزیہ انداز
میں کہا۔ "میرا خیال ہے تم لوگ بھی دفینے کی بازیابی کی کوشش کر
رہے ہو"۔ ہیڈون بولا۔ اور پھر لانسن کی طرف مڑا "تم نے اس

وقت تو کچھ نہیں بتایا تھا، بہر حال اب سب کچھ اگل دو گے" ہیڈون نے کہا۔ ادھر عمران کو اس کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ایٹمی جراثیم بم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوئے۔ جو اس نے جیپ کی سیٹ کے نیچے چھپا دیئے تھے۔ اب سوچنے کی بات یہ تھی کہ آیا جیپیں اسی جگہ ہیں یا کہیں اور۔ عمران نے ہنڈون سے پوچھا۔

"ہماری جیپیں بھی ساتھ لے آتے تو اچھا تھا" عمران کا لہجہ مسکین سا تھا۔ ہیڈون نے جواب دیا۔ "فکر نہ کرو، جیپیں بھی آچکی ہیں، ٹائر بھی تبدیل ہو گئے ہیں۔"

"اوہ! تو پھر ہم جائیں۔" ہیڈون کے الفاظ سن کر عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چپ چاپ کھڑے رہو اب وہ جیپیں ہمارے استعمال میں رہیں گی" ہیڈون نے سخت لہجے میں کہا اور پھر دوسرے ہی لمحے اس نے کسی شارپ نامی آدمی کو آواز دی۔ فوراً ہی ایک آدمی اسٹین گن تھامے اندر داخل ہوا۔

"یس باس!" اس نے ادب سے کہا۔ "جیپیں آگئیں ہیں" ہیڈون نے پوچھا۔ "یس باس! ٹائر تبدیل کر دیئے ہیں، اور ہاں: ایک بات بھی ہے" شارپ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا، جلدی بتاؤ" ہیڈون نے تجسس آمیز لہجے میں کہا

"ایک جیپ کی سیٹ کے نیچے سے تین بم برآمد ہوئے ہیں۔"

"اوہ! انہیں فوراً میرے پاس لاؤ" ہیڈون سخت لہجے میں بولا

اور شلا پر سر ہلا کر کمرے سے نکلتا چلا گیا، چند لمحوں بعد وہ ایٹمی جراثیم بم اٹھائے اندر داخل ہوا۔

"پروفیسر ریزی کی نظر جونہی ان بموں پر پڑی وہ چونک اٹھے ہیڈون نے واضح طور پر پروفیسر کی چونکاہٹ دیکھ لی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اس کے لبوں پر زہریلی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"پروفیسر! یہی وہ بم ہیں نا، ایٹمی جراثیم بم"؟ ہیڈون نے طنزیہ انداز میں کہا۔ پروفیسر صرف تھوک نگل کر رہ گئے۔

"تمہارے بتانے نہ بتانے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، ہمیں ہماری مطلوبہ چیز مل گئی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے تمہیں بہر حال ہماری قید میں رہنا ہوگا اور یہ لوگ" عمران وغیرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ لوگ موت کی وادی میں اتار دیئے جائیں گے۔" ہیڈون نے بڑی حقارت سے ان پر رعب جھاڑا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ عمران نے کہا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ اڑتا ہوا ہیڈون سے ٹکرایا۔ ہیڈون کو اتنی پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ اس کا بھاری جسم دھچکے سے الٹ کر فرش پر جا پڑا۔ تینوں بم اس کے ہاتھوں سے نکل گئے، شارپر نے تیزی سے تینوں بم اٹھائے اور کمرے سے نکل بھاگتا ہوا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل وغیرہ کو اس اچانک سچویشن کی سمجھ آ گئی تھی اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شارپر تینوں بم لے کر کمرے سے بھاگ اٹھا تھا۔

پھر دوسرے ہی لمحے وہ سب بھی حرکت میں آ گئے۔ یا شاید وہ کب کے کھول چکے ہیں۔ انہوں نے اسٹین گن بردار وں پر چھلانگیں لگا دیں۔ عمران نے گھرے ہوئے ہیڈ رن کو جھٹکے سے اٹھایا اور پھر اس کی گردن کے گرد بازو ڈال کر سانپ کی طرح پھنکارا۔

"خبردار! پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ۔۔۔" اس کے ساتھ ہی عمران نے ہیڈ رن کی گردن کو جھٹکا دیا۔ تکلیف کی وجہ سے ہیڈ رن کی کراہ نکل گئی اس کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔ بقیہ اسٹین گن بردار لڑنا چھوڑ کر ڈھیلے انداز میں کھڑے ہو گئے۔

"انہیں کہو! اسٹین گنیں پھینک دیں۔" عمران نے ہیڈ رن سے کہا۔ ہیڈرن نے اشارے سے اپنے آدمیوں کو یہی حکم سنایا۔ اس کے آدمیوں نے اسٹین گنیں نیچے پھینک دیں جنہیں کیپٹن شکیل، صفدر، نعمانی، تنویر چوہان اور صدیقی نے فوراً اٹھا لیا۔ اب عمران دروازے کی طرف بڑھا۔

ہیڈ رن بدستور عمران کی گرفت میں تھا۔ راہداری میں آ کر عمران نے یک دم ہیڈرن کو کمرے میں دھکا دیا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے اس نے پھرتی سے دروازے کو کنڈی لگا دی۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ راہداری میں بھاگتا چلا گیا۔ عقب سے انہوں نے فائرنگ کی آوازیں بھی سنیں لیکن اسی اثنا میں وہ عمارت سے باہر نکل چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ فائرنگ کی زد سے مکمل طور پر نکل آئے۔ اچانک عمران نے کیپٹن شکیل سے کچھ کہا، اور وہ ان سے الگ ہو کر ایک طرف غائب ہو گیا۔

ہیڈوں نے فوری طور پر اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر پلٹ کر دروازے کو دھکیلا۔ لیکن دروازہ بند تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے دروازے کو زور زور سے پیٹا۔ فوراً بھاگتے قدموں کی آوازیں ابھریں اور دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ ہیڈوں تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

"وہ بھاگ گئے کیا۔" اس نے ایک آدمی سے پوچھا

"جی ہاں! وہ نکل گئے۔ ہم نے فائرنگ بھی کی لیکن وہ چھلاوروں کی طرح بچ کر بھاگ گئے۔" اس آدمی نے بتایا

"اوہ! خیر" یہ کہتا ہوا ہیڈوں تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے میز پر لگا بٹن دبایا چند لمحوں کے توقف کے بعد شارپیر کمرے میں داخل ہوا۔

"بم کہاں ہیں؟"۔ ہیڈون نے شارپیر کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "سیف روم میں۔" شارپیر نے جواب دیا۔

"جب یہ کمرے میں گرے تھے تو کیا وجہ ہے یہ پھٹے نہیں؟" ہیڈون نے پوچھا۔ "ساریٹر نے بتایا تھا کہ ان بموں کا کوئی مخصوص طریقہ ہے جس سے یہ بم استعمال کیے جا سکتے ہیں۔"

"ہوں، ایسا کرو، فوری طور پر تینوں بم ایک پلاسٹک بیگ میں

سیل بند کرا دو۔ میں ہیڈ باس کو اطلاع کر کے ہدایات لیتا ہوں۔" ہیڈ ون نے کہا اور شارپ نے سر ہلا دیا۔

"یہ بتاؤ! تم نے ان لوگوں پر نظر کیسے رکھی ؟"

"ہوٹل سے ہم ان کے پیچھے تھے۔ سیکوائل کے قریب انہوں نے جیپیں چھوڑ دیں اور لانچ کے ذریعے روانہ ہوئے۔ ہم وہیں ٹھہر گئے۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ یہیں واپس آئیں گے۔ ساری رات وہیں گزاری پھر میں نے پہاڑوں میں اپنے آدمی چھپا دیئے۔ جیسے ہی وہ لوگ جیپوں کے ذریعے روانہ ہوئے میں نے پہلے رانڈل کو کچھ آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ وہ مارا گیا۔ تب میں۔ ان کے سامنے آیا اور گھیر کر یہاں لے آیا" شارپ نے تفصیل بیان کی۔

"ہوں! اب تم جاؤ اور میری ہدایت پر عمل کرو۔" ہیڈ ون نے کہا۔ اور اس کے جاتے ہی اس نے میز کی دراز میں سے بڑا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ٹرانسمیٹر پر اس نے مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی۔ اور رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بٹن دبا دیا۔ دوسری ہی لمحے دوسری طرف سے کرخت آواز سنائی دی۔

"یس! ہیڈ باس سپیکنگ اوور۔"

"ہیڈ ون سپیکنگ سر! اوور۔" ہیڈ ون نے نسبتاً مؤدب لہجے میں کہا۔ "رپورٹ اوور"۔ سخت لہجے میں آواز سنائی دی۔

"سر! تینوں ایٹمی جراثیم بم حاصل کر لیے ہیں اوور۔" ہیڈ ون نے فخریہ لہجے میں انکشاف کیا۔

"اوہ! فائن، کیسے اوور۔"؟ دوسری طرف سے مسرت بھری

آواز آئی ۔ " پروفیسر رینزی کے ایک اسسٹنٹ نے جہاز کی غرقابی کے بعد تینوں بم ایک جگہ چھپا دیئے تھے۔ اتفاق سے ہماری قیمہ میں آ گیا۔ لیکن چند نامعلوم لوگوں نے اسے رہا کر لیا تھا۔ پھر وہ سب دفینے کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ ہم پیچھے تھے۔ جب انہوں نے دفینہ برآمد کر لیا تو ہم نے چھین لیا اوور" ہیڈوون نے تفصیل بتائی۔

" اوکے! اب تم تینوں بم لے کر فوراً میری طرف روانہ ہو جاؤ۔ کسی کو اپنی روانگی کی جھلک بھی نہ پڑنے دینا۔ اور ہاں! اب ہمیں بموں کے بارے میں اعلان کر دینا چاہیے تاکہ دنیا پر ہماری دہشت طاری ہو سکے۔ اوور" ہیڈ باس کی آواز سنائی دی۔

" اوکے باس! میں فوری طور پر روانہ ہو جاتا ہوں۔ اوور"

" اوکے! اوور اینڈ آل " ان الفاظ کے ساتھ ہی ہیڈوون نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔



ایکرام میں ہر طرف خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ حکومت کے اعلیٰ افسران بری طرح پریشان تھے۔ ایٹمک لیبارٹری سے پروفیسر رینزی نے جیسے ہی ایٹمی جراثیم بموں کی چوری کی اطلاع دی تھی۔ حکومت بوکھلا اٹھی تھی۔ جب بموں کی چوری انکی نوعیت اور خوفناک کی خبر اخبارات میں آئی تو عوام میں

کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ ہر طرف یہی موضوع بحث تھا کہ اگر یہ بم ایکرام پر استعمال کر دیئے گئے تو کیا ہوگا۔ بموں کے متعلق پروفیسر رینزی کے انٹرویو سے یہ بات منظر عام پر آئی تھی کہ اگر ایک بھی بم ایکرام کے دارالحکومت پر گرا دیا جائے۔ تو دارالحکومت کے ساتھ ساتھ ارد گرد کے بیسیوں شہر بھی اس کی ہلاکت خیزی کا شکار ہو جائیں گے۔

عوام ایکرام حکومت پر دباؤ ڈال کر مجبور کر رہے تھے کہ کسی بھی طرح اس بین الاقوامی خطرے کا تدارک کیا جائے۔ اعلیٰ ادارے فوری طور پر حرکت میں آ چکے تھے۔ لیکن ان کی طرف سے کوئی بھی تسلی بخش کارکردگی کی اطلاع نہیں مل رہی تھی۔ بہرحال! اب تک ایٹمی جراثیم کہیں بھی استعمال نہیں گئے تھے۔

آج بھی ہر طرف خوف کی لہر اسوقت شدت اختیار کر گئی۔ جب اخبارات کے ذریعے یہ خبر منظرِ عام پر آئی۔ "ایک پیغام ایکرام کے نام" اس سرخی کے نیچے کچھ اس قسم کی عبارت درج تھی۔

"ہم لوگ کون ہیں، اس سلسلے میں کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایکرام والوں کو صرف اپنی فکر کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ایٹمی جراثیم بم ہمارے قبضے میں ہیں۔ اگر ایکرام والے اسے جھوٹ سمجھتے ہیں تو اخبارات کے ذریعے ہمیں بتا دیا جائے ہم ایٹمی جراثیم کہیں بھی استعمال کر کے اس کا ثبوت پیش کر دیں گے۔ اس طرح ہزاروں جانیں تو ضائع ہو جائیں گی لیکن ہماری بات کا ثبوت تو مل جائے گا۔ بہرحال! اگر ایکرام کی حکومت چاہیئے تو اتنی جانیں شہر اور کروڑوں کی دولت تباہ اور ضائع ہونے سے بچائی جا سکتی ہے،

ایکرام کی حکومت ! اگر فوری طور پر دستبردار ہو جائے تو یہ جراثیم استعمال نہیں کیے جائیں گے۔ وگرنہ دوسری صورت میں ایکرام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا کل شام تک ہم جواب کے منتظر رہیں گے۔''

اس خبر کے نیچے کسی شخص کا نام نہیں لکھا تھا۔ سیکرٹ سروس کا چیف فوری طور پر اس اخبار کے دفتر میں پہنچ گیا تھا۔ جس میں مندرجہ بالا خبر شائع کی گئی تھی۔ چیف نے اخبار کے ایڈیٹر سے پوچھا گیا کہ یہ خبر کس نے دی تھی اور کیسے ؟۔ جواب میں ایڈیٹر نے صرف اتنا کہا تھا کہ انہیں ایک پارسل ملا تھا، کھولا گیا تو اندر سے یہ خبر اور پانچ ہزار روپے نکلے۔ ساتھ ہی ایک چھوٹے سے کاغذ پر یہ تحریر تھا کہ ایکرام کو بچانا چاہتے ہو تو فوری طور پر یہ خبر اپنے اخبار میں چھاپ دو، خبر کا معاوضہ تمہیں دے دیا گیا ہے اور بس۔ چیف ناکام واپس لوٹ آیا۔

کمرے میں ایک نقاب پوش نے جو نہی یہ خبر پڑھی ایک بھیانک قہقہہ اس کے منہ سے ابل پڑا۔ ''ہا..... ہا..... ہا ! اب بلماریہ پورے ایکرام پر چھا جائے گا۔'' اس نے قہقہے کے دوران کہا۔ اس نے اخبار ایک طرف رکھا اور پھر میز کے پائے پر لگا ایک بٹن دبا دیا۔ فوراً کمرے کا دروازہ کھلا اور اسٹین گن بردار اندر داخل ہوا۔

''لیس باس !''

''ہیٹون ابھی تک کیوں نہیں آیا ؟'' اس نے اندر آنے والے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''پتہ نہیں جناب ! صبح تو یہ اطلاع تھی کہ وہ بوجہ

مجبوری آ نہیں سکتے"۔ اس آدمی نے بتایا۔
"ہوں! تم جاؤ، میں اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں"
آنے والا سر ہلا کر کمرے سے نکل گیا، اس آدمی نے میز کی دراز میں سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔
"ہیڈ باس سپیکنگ اوور" رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔
"یس! ہیڈ ون سپیکنگ اوور" دوسری طرف سے ہیڈ کی آواز آئی
"ابھی تک پہنچے نہیں اوور" ——— "باس یہاں کام پڑ گیا تھا میں فوری طور پر روانہ ہو رہا ہوں، فکر کرنے کی ضرورت، اوور" دوسری طرف سے ہیڈ ون نے کہا۔
"ٹھیک ہے، خیال رہے کسی کو تمہاری روانگی کا علم نہیں ہونا چاہیئے اوور" ہیڈ باس نے سخت لہجے میں کہا۔
"اوکے باس! اوور اینڈ آل"۔ ہیڈ باس نے کہا اور ٹرانسمیٹر دراز میں رکھ کر اخبار دوبارہ اٹھا لیا۔



فضا یکدم ایک فائر سے گونج اٹھی۔ اور پھر ہلکی سی چیخ ابھری۔ یہ سنسان سی سڑک تھی۔ جس پر آگے پیچھے دو جیپیں انتہائی تیزی سے بھاگتی چلی جا رہی تھیں۔ پچھلی جیپ میں کیپٹن شکیل بیٹھا ہوا تھا اور وہ اگلی جیپ میں ہیڈرون کا تعاقب کر رہا تھا۔ ہیڈرون نے جیپ کی رفتار بے حد تیز کر رکھی تھی۔ اچانک شکیل نے ریوالور سے اس پر فائر کیا۔ گولی ہیڈرون کے بازو کو چھیدتی ونڈ سکرین کو توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔

کیپٹن شکیل عمران کی ہدایت پر اس عمارت کی نگرانی کے لیے ٹھہر گیا تھا۔ کافی دیر انتظار کے بعد اسے ہیڈرون میک اپ میں باہر نکل کر جیپ میں سوار ہوتا دکھائی دیا تھا۔ دوسری جیپ کیپٹن شکیل نے دبوچ لی تھی اور تعاقب شروع کر دیا تھا۔ اس سنسان علاقے میں پہنچ کر کیپٹن کو احساس ہو گیا تھا کہ ہیڈرون کو تعاقب کا پتہ چل گیا ہے، کیونکہ ہیڈرون نے یک دم کار کی رفتار بے حد تیز کر دی تھی۔ چنانچہ کیپٹن شکیل نے بھی آزادی سے تعاقب کا فیصلہ کیا تھا۔ اور ہیڈرون پر گولی چلا دی تھی۔

جیپیں انتہائی تیز رفتاری سے بھاگ رہی تھیں، دونوں کے درمیان بمشکل بیس قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اچانک کیپٹن شکیل نے ریوالور دوبارہ نکالا۔ سیٹ سے تھوڑا سا اٹھا اور تاک کر اگلی جیپ کے پچھلے ٹائر پر فائر

گیا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پچھلا ٹائر برسٹ ہوگیا۔ ہیڈون کی جیپ بری طرح لڑکھڑائی۔ لیکن اُسے کمال ہوشیاری سے اُسے سنبھال لیا۔ کیپٹن شکیل دوبارہ اٹھے۔ دونوں جیپوں کی چھتیں نہیں تھیں۔ اس لیے شکیل تاک تاک کر فائر کر رہا تھا۔ اس نے ریوالور سیدھا کیا اور دوسرے ٹائر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ زوردار دھماکہ سے ٹائر پھٹ گیا۔ جیپ بری طرح لڑکھڑانے لگی۔ ہیڈون کو ناچار جیپ روکنی پڑی۔ کیپٹن شکیل تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ شکیل ریوالور ہاتھ میں لے کر ہیڈون کی جیپ کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے ہیڈون نے فائر کیا۔ کیپٹن شکیل نے بجلی کی سی تیزی سے قلابازی کھائی اور قریبی جھاڑیوں میں جا پڑا۔ عین اسی لمحے اس نے ہیڈون کو جیپ سے چھلانگ لگاتے دیکھا۔ یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ ہیڈون اس کی جیپ میں جا بیٹھا۔ اس کے ہاتھوں میں سیاہ رنگ کا بیگ بھی اس نے دیکھ لیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے جیپ کے انجن کی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔

کیپٹن شکیل نتیجے کی پرواہ کئے بغیر جیپ کی طرف دوڑا۔ اس وقت ہیڈون کی پوری توجہ اسٹیرنگ کی طرف مبذول تھی۔ کیپٹن شکیل دبے پاؤں جیپ کے قریب پہنچا۔ اور عقبی پائیدان پر پیر رکھ کر جھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گیا۔ اب صرف اسی صورت میں چھپے ہوئے رہ سکتا تھا کہ وہ سر نہ اوپر اٹھائے۔ اگر وہ ذرا سا بھی سر کو اوپر اٹھاتا تو فوراً عقبی آئینے میں ہیڈون دیکھ لیتا۔ جیپ ایک جھٹکے سے سڑک پر دوڑتی چلی

اچانک کیپٹن شکیل کو ایک پریشانی کی حقیقت کا احساس ہوا۔ اس کے
ریوالور میں موجود گولیاں ختم ہو گئی تھیں۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا
کہ وہ یونہی بیٹھا رہے۔ ہیڈرون بار بار پلٹ کر پیچھے دیکھ رہا تھا۔ شکیل
کے اندازے کے مطابق دو گھنٹے ہو چکے تھے، جب سے وہ تعاقب کر رہا
تھا۔ ہر طرف پہاڑی سلسلہ اور جھاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ بالآخر
جیپ کی رفتار کم ہونے لگی۔ وہ ایک گھنے جنگل میں داخل ہو چکی تھی۔ جنگل بھی
ختم ہو گیا۔ اور اب وہ ایک ہائی وے پر دوڑنے لگی۔ ہائی وے سے ایک
ذیلی سڑک کو مڑی۔ اور آخرکار درختوں کے ایک جھنڈ میں جیپ رک گئی۔
کیپٹن شکیل پھرتی سے پائیدان سے لڑھک کر نیچے آیا اور لڑھکتا ہوا ایک
چوڑے تنے والے درخت کے پیچھے چلا گیا۔ اس نے جیپ کی طرف دیکھا۔
ہیڈرون، ہاتھ میں بیگ تھامے جیپ سے نیچے اترا اور ایک طرف بڑھ گیا
کیپٹن شکیل پھرتی سے پیچھے لپکا۔ ہیڈرون سامنے ایک عمارت کی طرف بڑھتا
جا رہا تھا، جو اس سنسان، لق ودق میدان میں بنی ہوئی بے حد عجیب لگ رہی
تھی۔ عمارت کے گرد چہار دیواری موجود نہیں تھی۔

ہیڈرون تیز تیز قدم اٹھاتا بڑے سے دروازے کے قریب رک گیا۔
اس نے دروازے کو دھڑ دھڑایا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا اور ہیڈرون
اندر داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ پھر بند ہو گیا۔ اب
کیپٹن شکیل اندر داخل ہونے کی تدبیر سوچنے لگا۔ وہ گھوم کر عمارت کی پشت
پر پہنچا، یہاں خوش قسمتی سے ایک پائپ چھت تک جاتا دکھائی دے گیا۔ وہ

پھرتی سے پائپ پر چڑھنے لگا۔ چھت پہ پہنچ کر اسے ایک طرف چھت
سیڑھیاں نیچے جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کے ذریعے وہ ایک کمرے
سے ہوتا ہوا راہداری میں بڑھنے لگا۔ عمارت میں ہلکی سی بھی آواز سنا
نہیں دے رہی تھی۔ اچانک ایک کمرے سے اسے ہیڈ ون کی آواز سنا
دی۔ اس نے پھرتی سے دروازہ تھوڑا سا دھکیلا۔ آوازیں بے حد ہلکی
تھیں۔ اس نے دروازہ مزید کھول کر کمرے میں جھانکا، کمرے میں کوئی
نہیں تھا۔ وہ پھرتی سے کمرے میں داخل ہوگیا۔ سامنے ایک اور کمرے
کا دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ جو آدھا کھلا ہوا تھا۔ اس ادھ کھلے
دروازے میں سے دوسری طرف ایک آدمی کی پشت دکھائی دے رہی
کیپٹن شکیل دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو کر اندر ہونے والی گفتگو سنے
لگا۔

"جی ہاں! میرا پیچھا کیا گیا تھا۔ وہ صرف ایک آدمی تھا۔ میں نے
جب فائر کیا تو وہ کہیں غائب ہوگیا۔" یہ ہیڈ ون کی آواز تھی۔

"خبر تو شائع کی جا چکی ہے، اب ہمیں فوری طور پہ تینوں بم تین ا
مقامات پہ رکھ دینے چاہئیں، تاکہ زیادہ زیادہ دباؤ ڈالا جا سکے۔ ا
کے بعد ہم اپنا اصل مقصد حاصل کر لیں گے۔" ہیڈ ون نے تجویز پیش ک
ہوئے کہا

"ٹھیک ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان بموں کو استعمال کرنے کا ط
کیا ہے۔" بھاری آواز والے نے پوچھا۔

"اس کے لیے ہمیں پروفیسر رینزی کو یہاں لانا پڑے گا" ہیڈ ون
ی پر سوچ آواز سنائی دی
"ہوں ــــ دوسری بات یہ کہ تینوں بم کس کس اہم جگہ پر رکھے
جائیں، جہاں کسی مزاحمت کا اندیشہ نہ ہو"
"یہ بعد کی بات ہے، پہلے پروفیسر رینزی کو قابو کرنا ہو گا"
"تو پھر تم ہی یہ کام سنبھالو، کب روانہ ہو رہے ہو؟" بھاری آواز آئی
"میرا خیال ہے، مجھے ابھی روانہ ہو جانا چاہیئے" ہیڈ ون بولا
"او کے! جیسا تم مناسب سمجھو" دوسری آواز آئی
ٹیل پھرتی سے کمرے میں موجود میز کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے اوٹ
سے ذرا سا سر نکال کر دروازے کی سمت دیکھا۔ ہیڈ ون دروازے
سے نکل کر دوسرے دروازے کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ ہیڈ ون
دوسرا دروازہ کراس کر کے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کیپٹن شکیل چند
لمحوں تک میز کی اوٹ میں ہی رکھا اور پھر احتیاط سے اٹھ کر اندرونی
کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے ادھ کھلے دروازے سے
کمرے کے اندر جھانکا۔ اندر موجود واحد آدمی ان تینوں بموں کا بغور
جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ کیپٹن شکیل سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا
چاہیئے۔ پہلے اس کے ذہن میں آیا کہ اس شخص پر کنٹرول کر کے اس جگہ کے
متعلق معلومات حاصل کی جائیں۔ اور بم لیکر یہاں سے نکلا جائے۔ لیکن
یہ اس کی خام خیالی تھی۔ عمران وغیرہ سے جدا ہونے کے بعد سے اس

نے یہاں تک جتنا بھی سفر کیا تھا۔ اس کا راستہ اسے معلوم نہیں تھا۔ اس لئے بم لے کر فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے اسی جگہ موقع کی تلاش میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس فیصلے کے تحت وہ واپس مڑا۔ اسی لمحے اسے عقب سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دوسرے ہی لمحے کیپٹن شکیل ہلکی سی جست لگا کر میز کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے دیکھا۔ دروازے میں سے وہی سیاہ بیگ لیے نمودار ہوا اور دوسرے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے دروازے سے نکلتے ہی کیپٹن شکیل پھرتی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازے میں سے اس نے راہداری میں جھانکا۔ وہ آدمی بیگ ہاتھ میں تھامے تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف بڑھ رہا تھا۔

جونہی وہ موڑ مڑا، کیپٹن شکیل تیزی سے راہداری میں کونے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ موڑ پہ اسے وہی آدمی دائیں طرف کے ایک کمرے میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔ کیپٹن شکیل اپنی جگہ پہ کھڑا رہا۔ چند لمحوں بعد اسے وہی آدمی کمرے سے نکل کر ایک طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ جب وہ ایک طرف موڑ مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا تو کیپٹن شکیل تیزی سے کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے دروازہ دھکیلا تو وہ غیر متوقع طور پر کھلتا چلا گیا۔ وہ پھرتی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔

کمرے میں بائیں جانب ایک الماری رکھی ہوئی تھی۔ وہ الماری کے قریب پہنچ کر لاک کا جائزہ لینے لگا۔ لاک عام الماریوں جیسا ہی تھا۔ کیپٹن شکیل

نے جھک کر اپنے بوٹ کی نوک میں سے ایک باریک چھوٹا سا تار نکالا۔ اور تار نکالا۔ اور تار کا ایک سرا الماری کے لاک میں ڈال دیا۔ عین اسی لمحے اسے عقب سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کیپٹن شکیل نے دائیں ہاتھ کا بھرپور گھونسہ مقابل کے پیٹ میں دے مارا۔ وہ آدمی ڈکراتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ کیپٹن شکیل نے تیزی سے دوڑ لگائی اور پھر اس کی دونوں ٹانگیں اس آدمی کے سینے پر پڑیں۔ وہ اچھلتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ عین اسی لمحے کیپٹن شکیل کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ عقب سے کسی نے بھرپور ضرب لگائی تھی کیپٹن شکیل کے منہ سے اذیت بھری کراہ نکلی اور دوسرے لمحے اس کا جسم لہراتا ہوا نیچے آ رہا۔



عمران اور اس کے ساتھی بھاگتے بھاگتے یکدم رک گئے۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"میرا خیال ہے، ہمیں بھی عمارت کے آس پاس رہنا چاہئے۔ پروفیسر صاحب! آپ اب کہاں جانا چاہیں گے؟" عمران پروفیسر رنیزی کی طرف مڑا

"میں فی الحال لیبارٹری ہی جاؤں گا۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

"او کے! نعمانی، یہ لو چابیاں! ہوٹل فائیو سٹار کے پارکنگ میں نیلے رنگ کی کار کھڑی ہو گی۔ وہ لے آؤ ہم لوگ یہیں رہیں گے۔ کار نمبر یہ ہے" عمران

نے نعمانی کو ہدایت دینے کے بعد کار کا نمبر بتایا اور نعمانی چلا گیا۔
"مسٹر لانسن! آپ بھی ہم سے جدا ہو جائیں، ہو سکتا ہے، آپ کسی مصیبت میں پھنس جائیں۔" عمران لانسن کی طرف مڑا۔
"ٹھیک ہے، میں خود ہی چاہتا ہوں۔" لانسن نے عمران سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ بھی مین روڈ کی طرف بڑھ گیا۔
اس وقت عمران وغیرہ عمارت سے دور ایک درختوں کے جھنڈ میں کھڑے عمارت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد نعمانی مطلوبہ کار لے کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ عمران نے سب کو کار میں بیٹھنے کا اشارہ کیا صفدر، تنویر، نعمانی اور صدیقی پچھلی نشست پر کسی نہ کسی طرح بیٹھ گئے جبکہ عمران ڈرائیونگ سیٹ پر اور چوہان اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔
عمران نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔ اچانک اس نے کسی خیال کے تحت کار روکی اور بولا
"صفدر! تم نعمان کے ساتھ یہیں رہو، ہو سکتا ہے ہمیں کہیں دور جانا پڑے، تم دونوں کسی ہوٹل میں قیام کرو، بلکہ پہلے ہمارے روانہ ہونے کے بعد یہیں عمارت کے قریب موجود رہ کر نگرانی کرو، ٹرانسمیٹر واچ پر ہم بات کریں گے او کے!"
"او کے عمران صاحب!" صفدر نے کہا اور نعمانی کے ساتھ کار میں اتر کر ایک طرف بڑھ گیا۔
عمران نے کار عمارت کی طرف بڑھا دی۔ عین اسی لمحے عمارت کے احاطے

میں سے ایک جیپ نکلی۔ یہ وہی جیپ تھی جو عمران وغیرہ کے قبضے سے نکل کر گئی تھی۔ جیپ مین روڈ پر آگئی دوسرے لمحے عمران نے ویسی ہی دوسری جیپ پہلی جیپ کے تعاقب میں مین روڈ کی طرف بڑھتی دیکھی اور اس میں کیپٹن شکیل بیٹھا دکھائی دیا۔ کیونکہ دونوں جیپیں بغیر چھتوں والی تھیں اس لیے آسانی سے جیپوں میں سوار افراد دیکھے جا سکتے تھے۔

عمران نے کار ریورس کی اور پھر تیزی سے مین روڈ پر پہنچ کر جیپوں کے پیچھے دوڑانی شروع کر دی۔ دونوں جیپیں خاصی تیز رفتاری سے پُر رونق سڑک پر آگے پیچھے دوڑی چلی جا رہی تھیں۔ عمران نے کار کی رفتار مزید بڑھا دی۔

"تنویر ۔۔۔۔!" اس نے تنویر کو مخاطب کیا۔ جو اب آگے اس کے ساتھ آبیٹھا تھا۔

"کیا بات ہے" تنویر نے عمران کی طرف دیکھا۔

"ڈیش بورڈ میں سے ایک رینج میٹر نکالو اور جیسے ہی کار سب سے اگلی اور پچھلی جیپ کے پاس سے گزرے، فوراً پچھلے حصے میں پھینک دینا" عمران نے ہدایت کی۔ تنویر نے پھرتی سے ڈیش بورڈ کھول کر اندر سے دو چھوٹے سے رینج میٹر نکالے۔ اس میٹر کی خصوصیت یہ تھی کہ جب کسی متحرک چیز کے ساتھ یہ اٹیچ کر دیئے جاتے تو دور بیٹھے ہوئے اس متحرک چیز کی وہ سمت معلوم کی جا سکتی تھی۔ جس سمت وہ چیز حرکت کر رہی ہوتی تھی ادھر عمران کار کی رفتار بڑھا کر بتدریج جیپ اور کار کے درمیان فاصلہ

کم کر رہا تھا۔ اس نے کار کیپٹن شکیل کی جیپ کے پاس لے جا کر اشارہ کیا۔
تنویر نے ریبنج میٹر شکیل کی جیپ میں پھینک دیا۔ اور پھر جلد ہی اگلی جیپ
کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنی کار جیپ سے قدرے پیچھے رکھی اور تنویر
کو اشارہ کیا۔ تنویر نے فوراً ہاتھ بڑھا کر دوسرا ریبنج میٹر جیپ کے پچھلے
حصے میں پھینک دیا۔ دوسرے ہی لمحے عمران نے کار جیپ سے آگے نکال لی۔
اب عمران نے اسٹیرنگ سے قدرے بائیں طرف لگا ایک بٹن دبا دیا۔ فوراً
ایک ڈائل روشن ہو گیا۔ ڈائل پر چاروں سمتیں ظاہر کی گئی تھیں۔ اور درمیان
میں ایک سوئی تھی۔ فی الحال ڈائل استعمال کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ عمران
نے بیک مرر میں دیکھا۔ دونوں جیپیں ایک ذیلی سڑک پر مڑ گئی تھیں۔

عمران نے کار بیک کی اور واپس لیتا چلا گیا۔ اس نے بھی کار اسی سڑک
پر موڑ دی۔ دونوں جیپیں دور جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ عمران نے جان
بوجھ کر فاصلہ بڑھا دیا تھا۔ تاکہ تعاقب کا ذرا سا بھی شبہ نہ ہو سکے۔ اس نے
ڈائل بھی چالو کر دیا تھا۔ اور اب سوئی اسی طرف حرکت کر کے رک جاتی تھی
جدھر اگلی جیپ مڑتی تھی۔ اس وقت وہ ایک سنسان سے علاقے کے درمیان
سے گزرنے والی سڑک بڑھتے جا رہے تھے۔

اچانک ان کی سماعت سے فائر کی آواز ٹکرائی۔ چونکہ فاصلہ خاصا تھا
اس لیے وہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ فائر کس نے کیا۔ عمران نے پھرتی سے کار
سڑک سے ہٹا کر جھاڑیوں کی اوٹ میں آگے بڑھانی شروع کی۔ دونوں جیپیں
رکی ہوئی تھیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ عمران وغیرہ ان کے قریب پہنچتے۔ اچانک

ان میں سے ایک جیپ اسٹارٹ ہوئی اور تیزی سے دوڑتی چلی گئی۔ جیپ آناً فاناً بہت دور جاکر موڑ مڑ گئی۔ عمران نے کار دوسری جیپ کے پاس روکی اور انجن بند کیے بغیر پھرتی سے دروازہ کھول کر جیپ کے پاس آیا جیپ کے دونوں ٹائر برسٹ تھے۔ اور جیپ میں کوئی نہیں تھا۔ عمران فوراً کار میں بیٹھا اور کار آگے بڑھا کر ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھاتا چلا گیا۔ ڈائل پر سوئی عمران کی راہنمائی کر رہی تھی۔ موڑ مڑنے کے بعد بھی وہ جیپ دکھائی نہیں دی۔ کیپٹن شکیل کے بارے میں عمران کا اندازہ تھا کہ وہ کس طرح اس دوسری جیپ میں سوار ہو گیا ——— بہرحال: سوئی عمران وغیرہ کو وہ سمت بتلاتی جا رہی تھی، جس طرف ان کی مطلوبہ جیپ جا رہی تھی۔

نجانے کتنی دیر گذر گئی۔ سوئی کی راہنمائی حاصل کرتے ہوئے جونہی عمران نے ایک موڑ کاٹا۔ اسے سامنے بہت دور درختوں کے جھنڈ کے عقب میں ایک عمارت کی جھلک دکھائی دی۔ عمران نے جھنڈ کے قریب کار روکی یہاں سے عمارت بمشکل تیس قدم کے فاصلے پر تھی۔ عمارت کے احاطے کی دیوار کے باہر انہیں وہی جیپ دکھائی دے گئی۔ عمران نے کار اسٹارٹ کی اور عمارت ——— سے کافی دور درختوں کی اوٹ میں کھڑی کر دی عمران کے اشارے پر سب باہر نکل آئے۔ اور پیدل ہی عمارت کے ایک پہلو کی طرف دوڑنے لگے۔ ان کے پاس ریوالور موجود تھے۔ اسٹین گنیں ان کے ساتھ نہیں تھیں۔ اچانک انہیں جیپ اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔ انہوں نے چونک کر دیوار کی اوٹ سے جیپ کی طرف دیکھا۔ جیپ میں ہیڈ وان

سوار ہو رہا تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے جیپ اسٹارٹ ہوئی اور پھر ریورس ہو کر واپس اسی سمت بڑھتی چلی گئی۔ جس طرف سے عمران وغیرہ آئے تھے جلد ہی جیپ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ اور وہ سب تیزی سے عمارت کے عقب کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عقبی حصے میں موجود پائپ کے ذریعے وہ چھت پر پہنچے اور سیڑھیاں طے کر کے چھوٹے سے کمرے میں آ گئے۔ سامنے ایک دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سب دروازہ کراس کر کے راہداری میں بائیں طرف بڑھنے لگے جونہی وہ راہداری کا موڑ مڑے، سامنے سے چند سیڑھیاں نیچے جاتی دکھائی دیں۔ وہ سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ سیڑھیاں کے اختتام پر ایک بڑا سا بند دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے آہستگی سے دروازے کو دھکیلا۔ فوراً چند آوازیں سنائی دیں۔ جن کا مفہوم سمجھنے سے وہ قاصر رہے۔

عمران مناسب دروازہ کھول اندر داخل ہوا یہ کمرہ نیم تاریک تھا ایک طرف تین آدمی ایک میز کے گرد بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ اچانک ان میں سے ایک آدمی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"باس نے کہا تھا کہ فوراً میرے پاس پہنچو، میں بھول ہی گیا تھا تم لوگ بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں۔" یہ سنتے ہی عمران اور اس کے ساتھی قریبی کھلے ہوئے کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرہ خالی تھا۔ دروازے کو تھوڑا سا کھول کر عمران نے دوسرے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ آدمی ——— دروازے سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب وہ سیڑھیاں چڑھ چکا تو عمران

اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے تیزی سے باہر نکلا۔ وہ سب سیڑھیاں چڑھ کر راہداری میں آ گئے۔ وہ آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا دائیں طرف مڑ گیا۔ عمران اسے وغیرہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ وہ آدمی ایک کمرے کے دروازے کے پاس جا کر رک گیا۔ دروازے اوپر لگا سبز بلب سپارکنگ کرنے لگا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا اور وہ آدمی اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ عقب سے دوبارہ بند ہو گیا۔

عمران دروازے کے قریب پہنچا۔ اور نیچے دکھائی دینے والی کی ہول پر آنکھ جما دی۔ سامنے اسی آدمی کی پشت دکھائی دے رہی تھی۔ جبکہ سامنے ایک بھاری تن و توش کا نقاب پوش بیٹھا ہوا تھا۔

"وہ بیگ ٹرک روں میں رکھ کر تیار رہو، ہیڈ کوارٹر بھیجنا ہے، ابھی مجھے، اس قیدی سے بھی پوچھ گچھ کرنی ہے، ہو سکتا ہے اس کے ساتھی بھی پہنچے ہوں۔" نقاب پوش کی کھردری آواز سنائی دی۔

"او کے باس! میں جاتا ہوں" اس آدمی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اور ــــــ سنو! ہم آج ہی سیکرٹ سروس کی عمارت پر ریڈ کریں گے، تم دو ٹائم بم اور مزید کچھ اسلحہ ٹرک وں میں رکھو، اور ایک ایٹمی جیرا تیم والا ایم، باقی محفوظ کر دو"۔ نقاب پوش نے مزید ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

اور وہ آدمی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، عمران تنویر چوہان اور صدیقی پھرتی سے موڑ مڑ کر اوٹ میں ہو گئے۔ وہ آدمی کمرے سے نکل کر مخالف سمت بڑھتا دکھائی دیا۔ عمران وغیرہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکے موڑ

پر وہ آدمی انہیں ایک کمرے میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔ عمران وغیرہ تیزی سے اس کے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ انہوں نے دیکھا۔ وہ آدمی ایک سیف میں سے وہی بیگ نکال رہا تھا۔ جس میں ایٹمی جراثیم بم موجود تھے۔

بیگ نکال کر اس نے الماری میں سے ایک ڈبہ نکالا اور واپس مڑا۔ عمران وغیرہ مخالف موڑ پر چھپ کر اس کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ آدمی اب مخالف سمت میں چلا جا رہا تھا۔ عمران وغیرہ اس کے پیچھے ہو لیے۔ وہ سیدھا چلا جا رہا تھا۔ اچانک راہداری میں ہلکا سا الارم بج اٹھا۔ وہ چلتے چلتے یکدم ٹھٹھکا۔ اور پھر تیزی سے ایک دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ اسی لمحے عمران وغیرہ کے پیچھے چار اسٹین گن بردار نمودار ہوئے۔ عمران وغیرہ پھرتی سے ان کی طرف مڑے اس سے پہلے کہ وہ لوگ اپنی اسٹین گنیں سیدھی کرتے۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے دو آدمیوں پر چھلانگ لگا دی۔ وہ دونوں آدمیوں کو رگیدتا ہوا فرش پر آیا۔ اس نے پھرتی سے ایک کی اسٹین گن پر ہاتھ ڈال کر زوردار جھٹکا دیا۔ دوسرے لمحے اسٹین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔

ادھر تنویر وغیرہ نے بھی ایک ایک آدمی سنبھال رکھا تھا۔ عمران نے اسٹین گن کا بٹ گرے ہوئے آدمی کی کھوپڑی پر رسید کیا۔ خلاف توقع اس کی زوردار چیخ راہداری میں چلی گئی۔ دوسرے ہی لمحے راہداری بے شمار بھاگتے قدموں سے گونج اٹھی۔ اس سے قبل عمران اور اس کے ساتھی سنبھلتے، راہداری

کے دونوں سروں سے مسلح افراد نمودار ہوئے اور انہوں نے اسٹین گنوں کا رخ ان کی طرف کر لیا۔

"اسٹین گنیں چھوڑ کر پیچھے ہٹ جاؤ" سامنے والے آدمیوں میں سے ایک نے سخت لہجے میں کہا۔ عمران نے ریوالور اور اسٹین گنیں نیچے پھینک دی جو گرے ہوئے آدمی نے اٹھالی۔

"راجیر! ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دو"۔ اسی آدمی نے اپنے ایک آدمی کو حکم دیا۔ فوراً ایک آدمی عمران وغیرہ کے پاس آیا۔ اور جیب سے ریشمی ڈوری نکال کر باری باری عمران اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ جکڑ دیئے۔ اسٹین گنوں کے زور پر انہیں ایک خالی کمرے میں لایا گیا اور پھر سب آدمی کمرے سے نکل گئے۔

عمران نے طویل سانس لے کر دیوار سے ٹیک لگالی۔ "بری پھنسے اب کیا کیا جائے"۔ صدیقی نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"انتظار" عمران نے مختصر سا جواب دیا۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور اس مرتبہ چار اسٹین گن برداروں کے ہمراہ ہیڈ وں نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے چونک کر کہا "ہوں"۔ نقاب پوش نے ہنکارہ بھرا

"انہوں نے بہت پریشان کیا ہے ـــــ میرا خیال ہے ان سے پیچھا چھڑا لیا جائے"۔ نقاب پوش کی سرد آواز سنائی دی۔ عمران کے لبوں پہ پراسرار سی مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

"یار پیچھا چھڑانے میں سوچنے کی کیا بات ہے" میں ویسے ہی طلاق دیتا

ہوں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو" ہیڈون تیزی سے دھاڑا۔ "موت سامنے دیکھ کر تمہارا دماغ گھوم گیا ہے"

"موت سامنے دیکھ کر نہیں" عمران نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "نقاب والی دیکھ کر" عمران کی یہ بات سن کر ہیڈون کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ ادھر تنویر، صدیقی، چوہان وغیرہ عمران کا اطمینان دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ اچانک کمرے میں ہیڈون کی دھاڑ گونجی۔

"انہیں فوراً چھلنی کر دو" ان الفاظ کے ساتھ ہی فضا میں تڑتڑاہٹ کی آوازیں اور ریلی چیخیں گونجتی چلی گئیں۔



صفدر اور نعمانی درختوں کے جھنڈ سے نکل کر اسی عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ عمارت سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر وہ ایک درخت کے پاس رک گئے۔

"یار ــــ! نجانے یہاں کتنی دیر تک انتظار کرنا پڑے" نعمانی نے کہا ــــ "ہاں ــــ! یہ بات تو ہے" صفدر نے عمارت کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا ــــ "میرے ذہن میں ایک تجویز ہے" نعمانی نے پرسوچ لہجے میں کہا ــــ "وہ کیا؟" صفدر نعمانی کی طرف متوجہ ہوا

"میرا خیال ہے کہ ہم پروفیسر ڈینزی کی لیبارٹری چلتے ہیں' ویسے بھی یہاں ہمارا کوئی اہم کام نہیں ہے، البتہ پروفیسر سے ہم اہم معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔" نعمانی نے تجویز بتائی۔

"کہتے ہو تو ــــــ تم ٹھیک' تو پھر چلو"۔ صفدر نے نعمانی سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ واپس مڑ کر مین روڈ کی طرف بڑھنے لگے۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے' پروفیسر نے کوئی بات ہم سے چھپا رکھی ہے' کوئی ایسی بات جس کا براہ راست تعلق دفینے یا ایٹمی جراثیموں سے ہے۔" صفدر نے کہا۔

"ایسی کون سی بات ہو سکتی ہے؟" کیپٹن نعمانی نے سوچتے ہوئے کہا۔

"یہی تو سوچنا ہے' بہر حال! ہم اپنی سی کوشش کریں گے۔ شاید پروفیسر صحیح بات بتانے پر راضی ہو جائے۔" صفدر نے جواب دیا۔

مین روڈ پر پہنچ کر وہ ایک ٹیکسی کے ذریعے ایٹمک لیبارٹری کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ سب ایٹمک لیبارٹری تھی۔ پروفیسر یہاں کا انچارج ہو گیا تھا اور اس کا پتہ پروفیسر نے ہی انہیں بتایا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد ٹیکسی نے انہیں ایٹمک لیبارٹری کے پاس اتار دیا۔ ایٹمک لیبارٹری مضافات میں واقع تھی، جو شہر سے زیادہ دور نہیں تھی۔ بڑے سے دروازے پر مسلح پہرے دار موجود تھا۔ صفدر نے پروفیسر سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اور ساتھ ہی نام بھی بتا دیئے۔ محافظ نے دائیں طرف بنے کیبن کے اندر جا کر پروفیسر سے رابطہ قائم کیا اور دو آدمیوں کے ملنے کی اطلاع دی۔ پروفیسر نام جانتے

تھے۔ اس لیے فوری طور پر اجازت مل گئی۔ محافظ نے گیٹ کھول دیا اور صفدر وغیرہ عمارت کے اندر ایک راہداری میں آگے بڑھنے لگے۔ محافظ نے انہیں پروفیسر رینزی کا کمرہ نمبر بتا دیا تھا۔ چنانچہ کمرے کی تلاش میں انہیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ دروازہ کھول اندر داخل ہوئے تو سامنے میز کے عقب میں پروفیسر رینزی جھکے ہوئے ایک چارٹ دیکھ رہے تھے انہیں دیکھتے ہی صفدر اور نعمانی نے ہیلو کہا۔ اور سامنے موجود کرسیوں پر بیٹھ گئے ــــ "کافی یا ....." پروفیسر نے سوالیہ انداز میں فقرہ نامکمل چھوڑ دیا ــــ "فی الحال کچھ نہیں"۔ صفدر نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا

"دراصل ہم ایٹمی جراثیموں کے متعلق چند باتیں دریافت کرنے حاضر ہوئے تھے"۔ صفدر نے جواب دیا۔

"ہاں ہاں ــــ کہو"، پروفیسر نے جواب دیا

"پروفیسر صاحب! آپ نے ایٹمی جراثیم کے متعلق جو حقائق بیان کیے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے کوئی کوئی بات ضرور چھپائی ہے، کیا میں صحیح کہہ رہا ہوں"؟ صفدر نے مضبوط لہجے میں کہا۔ پروفیسر رینزی کے ماتھے پر غور و فکر کی سلوٹیں ابھر آئیں۔ "تم نے صحیح اندازہ قائم کیا ہے مسٹر صفدر"، پروفیسر نے قدرے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں یہ بات عام نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن اب تم سے چھپاؤں گا نہیں"۔ پروفیسر نے چند لمحوں کے لیے توقف کیا اور پھر دوبارہ بولے۔ "دراصل

ایٹمی جراثیم کی ہلاکت خیزی کے متعلق میں نے غلط کہا تھا۔ ایٹمی جراثیم کے بارے میں، میں نے صرف اتنا بتایا تھا کہ ان کے گرد دو بم دارالحکومت پر گر جائیں تو دارالحکومت تباہ ہو جائے گا۔ اصل میں پورے ایکرام پر ایٹمی جراثیموں کی تھوڑی سی مقدار ہی کافی ہے یعنی ایٹمی جراثیموں کی ہلاکت خیزی میں نے کم بتائی تھی اب تم خود سوچو ــــــ! اگر میں یہ بات بتا دیتا تو پورے ایکرام پر دگنا خوف طاری ہو جاتا۔ مجرموں کی طرف سے دھمکی بھی ملی ہے، ایٹمی جراثیم اس وقت انہیں کے قبضے میں ہیں۔ انہوں نے فوری طور پر ایکرام حکومت کو دستبردار ہونے کے لیے کہا ہے، پورے ایکرام پر خوف و ہراس کی تہہ چھائی ہوئی ہے سمجھ میں نہیں آتا ہو گا کیا۔ ؟" پروفیسر رنیزی نے الجھے ہوئے لہجے میں تفصیل بتائی۔

"آپ نے فرمایا تھا کہ سنٹرل ایٹمک لیبارٹری سے روانہ کردہ ایٹمی جراثیم کے بم تین تھے اور ان کے ساتھ تین نقلی بم رکھے گئے تھے۔ وہ نقلی بم کہاں گئے ؟" صفدر نے سوال کیا۔

"پتہ نہیں : وہ سب یعنی اصلی اور نقلی چھ بم سیل بند بیگ میں تھے پتہ نہیں وہ کہاں گئے "؟

"اوکے ! اب ہم چلتے ہیں" صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا، اور وہ دونوں پروفیسر سے مصافحہ کر کے باہر نکل آئے۔ جونہی وہ ایک موڑ مڑے، اسی لمحے سامنے سے ہیڈ ون آٹھ دس مسلح افراد کے ساتھ اسی طرف بڑھتا نظر آیا۔ وہ دونوں پھرتی سے ایک کمرے میں داخل ہو گئے اور کھڑکی ہول میں سے راہداری

میں دیکھنے لگے۔ وہ سب راہداری کا موڑ مڑ کر پروفیسر رینزی کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ اب وہ دونوں کھٹکے۔

"میرا خیال ہے، وہ پروفیسر کو اغوا کرنے کے لیے آئے ہیں۔" صفدر نے کہا۔

"فی الحال یہیں رہ کر اپنا میک اپ اتارتے ہیں۔" صفدر کی بات کے جواب میں نعمانی نے سر ہلا دیا۔ اور پھر چند لمحوں میں انہوں نے اپنے میک اپ صاف کر لیے۔ صفدر نے بدستور کی ہول سے راہداری پر نظر رکھی ہوئی تھی تھوڑی دیر بعد راہداری میں قدموں کی چاپ اُبھری۔ اور پھر سامنے سے ہیڈ ون اور پروفیسر گزرتے دکھائی دیئے۔

اسی لمحے صفدر نے دروازہ تھوڑا سا کھول کر باہر دیکھا۔ اس وقت سب سے پچھلے دو آدمی سامنے سے گزرے، صفدر نے پھرتی سے دروازہ کھول کر دونوں کے کالروں پر ہاتھ ڈالا اور انہیں اندر گھسیٹ لیا۔ وہ آدمی فوری طور پر کچھ نہیں سمجھ سکے۔ چنانچہ صفدر اور نعمان کے بیک وقت بھرپور ہاتھ ان کی کھوپڑیوں پڑے اور بغیر کوئی آواز نکالے ڈھیر ہو گئے۔ صفدر اور نعمانی نے پھرتی سے دونوں کی اسٹین گنیں جھپٹیں اور دوسرے ہی لمحے کمرے سے نکل کر راہداری میں دوڑتے چلے گئے۔ کچھ فاصلے پر باقی آدمی بھی جاتے دکھائی دیئے گئے اور وہ اطمینان سے ان کے پیچھے چلنے لگے۔

گیٹ پر مسلح محافظ مردہ پڑا تھا۔ راستے میں کئی لاشیں پڑی ہوئی تھیں سامنے منی ٹرک کھڑا تھا۔ ہیڈ ون اور ایک آدمی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے جبکہ

باقی سب پیچھے بنی نشستوں پر، پروفیسر درمیان میں خوف زدہ بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں طرف صفدر اور بائیں طرف نعمانی تھا۔ فیلٹ ہیٹ انہوں نے پیشانی پر جھکا رکھے تھے۔ یہ ہیٹ بھی انہوں نے بے ہوش آدمیوں سے چھینے تھے۔ اس کی وجہ سے وہ دیگر آدمیوں کی نظروں میں مشکوک ہونے سے بچتے ہوئے تھے۔ منی ٹرک ایک جھٹکے سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

شام پڑنے والی تھی آسمان بالکل صاف تھا سورج رفتہ رفتہ مغرب کی کی آغوش میں چلا جا رہا تھا۔ ٹرک کی رفتار بے حد تیز ہو گئی تھی۔ صفدر اور نعمانی نے اشاروں ہی اشاروں میں کسی بھی قسم کی کاروائی سے باز رہنے فیصلہ کیا تھا۔ وہ ان آدمیوں کے ٹھکانے سے واقف ہونا چاہتے تھے ٹرک مضافاتی سڑک پر مڑ گیا۔ صفدر اور نعمانی حیران تھے کہ آخر یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ ادھر پروفیسر کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے صفدر کی طرف دیکھا اور کہا

"آخر تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو"؟

"چپ چاپ بیٹھے رہو، خود ہی معلوم ہو جائے گا"۔ صفدر نے جھڑکتے ہوئے کہا۔ اور پروفیسر خاموش ہو گیا۔ کافی دیر تک ٹرک دوڑتا رہا اور بالآخر ایک وسیع میدان میں بنی عمارت کے سامنے رک گیا۔ وہ سب نیچے اترے اور پھر عمارت کے گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ پروفیسر درمیان میں تھا۔ گیٹ سے ہو کر وہ احاطے میں آئے۔ یہاں دائیں طرف تین عجیب ساخت کے ٹرک کھڑے ہوئے تھے۔ وہ برآمدہ کراس کر کے

کرکے ایک راہداری میں داخل ہو گئے۔ اور بالآخر ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رکے۔ دروازہ کھول کر پروفیسر کو اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا گیا۔ اور ان کے اندر داخل ہوتے ہی عقب سے دروازہ بند کر دیا گیا۔ ہیڈ ورن نے چار آدمی ایک طرف بھیج دیئے اور باقی چار کو ہمراہ لے کر ایک اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ کیپٹن نعمانی اور صفدر بھی انہی چاروں میں شامل تھے۔ کمرے میں ایک نقاب پوش بیٹھا ہوا تھا۔

"اوہ ۔۔۔! تم آگئے ہیڈ ورن۔" نقاب پوش نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔۔۔۔۔ "کیا رہا ؟"

"کامیابی" ہیڈ ورن نے مسکرا کر جواب دیا اور پھر مزید کہا "باس ۔۔۔! ہمیں ہیڈ کوارٹر اطلاع کر کے منصوبے پر عمل شروع کر دینا چاہیے ۔۔۔" "ہوں !" تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن پہلے چند قیدیوں سے نمٹ لیا جائے، وہ نجانے کیسے یہاں تک آگئے ہیں۔" نقاب پوش نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ہیڈ ورن نے اپنے چاروں آدمیوں کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ راہداری کے آخری دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ہیڈ ورن نے نعمانی کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ کیپٹن نعمانی نے آگے بڑھ کر کنڈی کھولی اور پھر دروازے کو مخالف سمت میں دھکیلا دروازے کھلتے ہی وہ اندر داخل ہو گئے اور پھر عمران وغیرہ کو دیکھ کر کیپٹن نعمانی اور صفدر چونکے، لیکن یہ حالت کسی نے محسوس نہیں کی۔ ہیڈ ورن نے عمران وغیرہ کو پہچان لیا۔ اور پھر جب ہیڈ ورن نے فائر

کرنے کا حکم دیا تو فوراً ہی نعمانی اور صفدر نے چند قدم پیچھے ہٹ کر اسٹین گن بردار دن پر فائر کھول دیا۔ دونوں آدمی اچانک چیخیں خارج کر کے اچھلے اور پھر فرش پر جا پڑے۔ اس سے پہلے کہ صفدر وغیرہ مزید فائر کرتے۔ اچانک ہیڈ ڈون نے جیب میں سے کچھ نکالا اور بجلی کی سی تیزی سے صفدر وغیرہ کے پاؤں میں دے مارا، ہلکا سا دھماکہ ہوا اور کمرہ یکدم دھوئیں سے بھر گیا۔ چیز گراتے ہی ہیڈ ڈون اور نقاب پوش چھلانگیں مار کر کمرے سے نکلے اور ہیڈ ڈون نے پھرتی سے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ فوراً ہی دھڑام دھڑام کی آوازیں آئیں اور ہیڈ ڈون سمجھ گیا کہ قیدی دھوئیں کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے ہیں۔

"انہیں فی الحال قید رہنے، ہمیں فوراً اپنے منصوبے پر عمل درآمد کرنا ہے۔" نقاب پوش نے کہا اور وہ دونوں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

کمرے میں پہنچ کر نقاب پوش نے میز کی دراز میں سے ٹرانسمیٹر نکالا، اور پھر فریکوئنسی سیٹ کی اور ایک بٹن دبا دیا فوراً ہی ہلکی سی آواز ابھری "یس! بی ہیڈ کنٹرولر سپیکنگ اوور۔"

"ہیڈ چیف سپیکنگ اوور۔" نقاب پوش نے قدرے مودب لہجے میں کہا ——— "یس! رپورٹ اوور۔" بلمارنیہ کے ہیڈ کنٹرولر کی آواز آئی۔

"جناب! ——— ایٹمی شبراثیم بم ہمارے قبضے میں آ چکے ہیں، پروفیسر

ریزی کو بھی اغواء کر لیا گیا ہے، میرا خیال ہے آج ہی ایکرام حکومت کا جواب حاصل کر کے آپریشن شروع کریں اوور؛ نقاب پوش بولا

"ویری گڈ، جیسا تم مناسب سمجھو، میں تین ہیلی کاپٹر بھیج رہا ہوں تاکہ آپریشن میں کوئی دشواری نہ ہو اوور" ہیڈ کنٹرولر نے جواب دیا۔

"رائٹ سر! اوور" نقاب پوش نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر آف کر کے ہیڈوں کی طرف دیکھا

آؤ! پروفیسر ریزی کے پاس چلتے ہیں، وہ دونوں پروفیسر ریزی والے کمرے میں آئے۔

"پروفیسر! یہ بتاؤ، ایٹمی جراثیم استعمال کرنے کا طریقہ کیا ہے؟" نقاب پوش نے خوفزدہ پروفیسر کی طرف دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا

"ایٹمی جراثیم بم میں ایک چھوٹا سا بٹن ہے، جب وہ دبایا جائے تو جراثیم فضا میں پھیل جاتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ ہوا میں شامل ہو کر ساری جگہوں پر پھیل جاتے ہیں۔ لیکن کیا تم انہیں استعمال کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" پروفیسر نے طریقہ بتانے کے بعد چونکتے ہوئے کہا

"تم ٹھیک سمجھے ہو پروفیسر، اگر ایکرام حکومت نے ہماری بات مان لی تو یہ جراثیم استعمال نہیں کئے جائیں گے۔ ہم ایکرام پر بلا دینے کا قبضہ دیکھنا چاہتے ہیں، اس طرح ہم لوگ تمام بڑی طاقتوں پر ایٹمی جراثیم کا دباؤ ڈال کر تابع ہو جائیں گے پھر دنیا پہ ہماری حکومت ہو جائے گی۔" نقاب پوش جوشیلے انداز میں بتاتا چلا گیا۔ ان کا خوفناک منصوبہ سن کر

پروفیسر کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

نقاب پوش اور ہیڈ ورن پروفیسر کے کمرے سے اپنے پہلے کمرے میں پہنچے تو ایک آدمی نے انہیں اطلاع دی کہ ہیلی کاپٹر آ چکے ہیں۔ یہ بتا کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

"حکومت کا جواب کیسے حاصل کیا جائے گا؟" ہیڈ ورن نے نقاب پوش سے پوچھا

"اس کی پرواہ مت کرو۔ ایک آدمی اعلیٰ آفیسر سے مل چکا ہے کہ ریڈیو پر ٹھیک رات سات بجے دستبرداری کا اعلان کر دیا جائے، ورنہ ایٹمی جراثیم چھوڑ دیئے جائیں گے۔ میرا خیال ہے ہمیں اب چلنا چاہیے چھ بج چکے ہیں۔" نقاب پوش نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میز پر لگا ایک بٹن دبایا۔ چند لمحوں بعد ایک قوی ہیکل نوجوان اندر داخل ہوا ——— "یس باس"

"ہیلی کاپٹروں میں سامان رکھ دیا گیا ہے؟" نقاب پوش نے پوچھا

"یس باس!" آنے والے نے جواب دیا۔

"جارڈی ——— اور ——— فنگ ایک ہی کاپٹر میں داخل ہو چکے ہیں" اس آدمی نے ادب سے جواب دیا اور پھر نقاب پوش کے اشارے پر وہ باہر نکل گیا۔

"ایٹمی جراثیم بموں والا بیگ اٹھا لو ——— تاکہ چلیں۔" نقاب پوش نے کہا اور ہیڈ ورن نے سر ہلا کر الماری میں سے سیاہ بیگ نکالا اور

پھر وہ کمرے سے باہر آکر راہداری سے ہوتے ہوئے احاطے میں کھڑے ہیلی کاپٹروں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ایک ہیلی کاپٹر کے پاس وہ رکے "فنگ ۔۔۔! تیاری مکمل ہے؟" ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے آدمی نے اثبات میں سر ہلایا۔ ہیڈ دن نے ایک ایٹمی جراثیم بم نکال کر فنگ کی طرف بڑھا دیا۔ اور اس کا استعمال سمجھانے کے بعد دوسرے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا۔ اس میں جارڈی اور دو مزید آدمی موجود تھے۔ ہیڈ دن نے بم دے کر اسے استعمال کرنے کا طریقہ بھی سمجھا دیا۔ اور پھر وہ نقاب پوش کے ہمراہ تیسرے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ نقاب پوش نے ایک چھوٹا سا مائک اٹھا کر فنگ اور جارڈی سے بیک وقت رابطہ قائم کیا۔

"تم دونوں ۔۔۔ پرواز کرتے ہی اپنی اپنی سمتوں میں روانہ ہو جاؤ گے فنگ! ۔۔۔ تم مشرق کی طرف، سب سے گنجان شہر مارلیک پر پرواز کرو گے۔ اور جارڈی ۔۔۔! تم جنوب کی طرف شارق منیر پر رہو گے۔ میری طرف سے حکم ملتے ہی تم لوگ ایٹمی جراثیم فائر کر دو گے اور پھر ہر ممکن تیز رفتاری سے چیف ہیڈ کوارٹر روانہ ہو جاؤ گے۔ اد کے!" نقاب پوش نے ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا۔

"اد کے باس ۔۔۔! ہم لوگ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں" فنگ اور جارڈی نے بیک وقت جواب دیا۔ نقاب پوش نے مائک رکھا اور ہیلی کاپٹر سے اتر گیا۔ فوراً ایک آدمی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔

"اوکے! اب تم لوگ روانہ ہو جاؤ" ، نقاب پوش نے کہا اور دوسرے لمحے تینوں ہیلی کاپٹر اسٹارٹ ہو گئے، ارد گرد کی فضا پنکھوں کے شور سے گونجنے لگی اور پھر ہیلی کاپٹر —— فضا میں بلند ہوتے چلے گئے، تھوڑی دور جا کر وہ اپنی اپنی سمتوں میں مڑے اور تیز رفتاری سے فضا کو چیرتے چلے گئے۔

نقاب پوش اپنے مخصوص کمرے میں پہنچا۔ اور پھر اس نے میز کی سطح کو مخصوص انداز میں دبایا، دوسرے لمحے میز کی سطح کے عین وسط میں ایک اور سطح ابھری اور نقاب پوش کے بالکل سامنے رک گئی بالکل ویسی طرز کی تھی جیسی ایکسرے دیکھنے والی مشین ہوتی ہے، البتہ اس میں کئی بٹن، ایک چھوٹی سی سکرین اور ڈائل لگے ہوئے تھے نقاب پوش نے ایک ڈائل کو گھمایا اور پھر سبز رنگ کا ایک بٹن دبایا تو فوراً ہی اس مشین کے درمیان لگے خفیہ اسپیکر میں سے ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ ابھرنے لگی۔ نقاب پوش نے ایک مائک اٹھاتے ہوئے ہیڈ ون کو مخاطب کیا۔

"کتنی دور پہنچ چکے ہو"۔

"پانچ منٹ بعد اپنے ٹارگٹ پر پہنچ جاؤں گا۔ ہیڈ ون نے جواب دیا" اس کے بعد نقاب پوش نے باری باری فنگ اور جارڈنی سے بھی رابطہ قائم اور انہیں چند ہدایات دینے کے بعد اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اب اس نے ایک اور بٹن دبایا اور پھر ڈائل پر مخصوص فریکوئنسی

سیٹ کی فوراً ہی چھوٹا سا اسکرین روشن ہوگیا۔ اسکرین پر ایک وسیع ہال
سائنسی مشین دکھائی دے رہی تھیں۔ نقاب پوش نے ایک ہینڈل کے
ذریعے چند افراد کا منظر ابھارا۔ یہ ایکرام کی وزارت داخلہ کے آفیسر تھے
ایکرام کے صدر کا سیکریٹری تشویش زدہ حالت میں دکھائی دے رہا تھا
نقاب پوش نے مائک اٹھا کر سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہیلو ۔۔۔! آپ جس کال کا انتظار کر رہے ہیں سن لیں" یہ آواز سنتے
ہی اسکرین پر دکھائی دینے والے افراد چونک اٹھے پھر ایک نے بڑی سی
ٹرانسمیٹر مشین کا بٹن دباتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"میں سیکریٹری آف پریذیڈنٹ بول رہا ہوں، کیا میری آواز پہنچ رہی
ہے؟" ۔۔۔۔۔۔ "ہاں ۔۔! جواب سننے سے پہلے میں یہ بتانا ضروری سمجھتا
ہوں کہ تین ہیلی کاپٹر ایکرام کے اہم ترین شہروں پر پرواز کر رہے ہیں، ہر
ہیلی کاپٹر میں ایک ایک ایٹمی جراثیم والا بم موجود ہے، جیسے ہی آپ کی
طرف سے انکار ہوا ایٹمی جراثیم فضا میں چھوڑ دیئے جائیں گے اب میں
جاننا چاہوں گا کہ آیا یہاں کی حکومت دستبردار ہو کر بلمارینہ کا قبضہ تسلیم
کرتی ہے۔؟" نقاب پوش سرد اور سپاٹ لہجے میں کہتا گیا۔

"بلمارینہ کا قبضہ ۔۔۔۔!!" اسکرین پر دکھائی دینے والے افراد
بری طرح چونک اٹھے۔ "لیکن پہلے تو صرف یہ کہا گیا تھا کہ حکومت اپنے عہدے
سے دستبردار ہو جائے"۔ حیرت بھری آواز اسپیکر میں سے خارج ہوئی۔
"اصل مقصد یہی تھا جو ہم بتا چکا ہوں، میں جواب کے لیے منتظر

ون "۔ نقاب پوش کی سرد آواز گونجی ۔
" اگر ہمیں صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی جائے تو ہم سب متفقہ
رائے پر فیصلہ کر کے آپ کو آگاہ کر دیں گے ۔" سیکرٹری کی آواز آئی ۔
" او کے ! مجھے کوئی اعتراض نہیں ، لیکن اگر اس مہلت کے دوران آپ
لوگ کوئی مخالفانہ کاروائی کرنا چاہتے ہیں تو بے سود ہے ۔ اگر ہیلی کاپٹر ول
دبلاسٹ کرنے کے لیے فائر کیئے گئے تو جہاں ہیلی کاپٹر اور میرے آدمی
تباہ ہو جائیں گے ۔ وہاں سارے ایکرام میں ایٹمی جراثیم پھیل جائیں گے
اور نتیجہ سب جانتے ہی ہیں ، کروڑوں انسان لاشوں میں تبدیل ہو جائیں
گے ۔ اس لیے جو بھی فیصلہ کیا جائے ، ایکرام کے باشندوں کی جانوں کو مدنظر
رکھتے ہوئے کیا جائے ۔" نقاب پوش اسی لہجے میں کہتا چلا گیا ۔
" رائٹ اینڈ آل ۔" نقاب پوش نے کہا اور پھر اس نے فریکوئنسی آف
کردی ۔ نقاب کے نیچے اس کے ہونٹوں پر پراسرار سی مسکراہٹ
رینگ رہی تھی ۔ اچانک چوکور مشین کے اوپر لگا سرخ بلب سپارک کرنے
لگا ۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ کوئی ایمرجنسی کال آئی ہے ۔ نقاب پوش نے
چونک کر پھرتی سے ایک بٹن دبایا اور مائک اٹھالیا ۔ فوراً ہی کمرے میں
ہیلی کاپٹر کی گھڑگھڑاہٹ سنائی دی ۔ اور پھر ایک آواز آئی ۔ یہ آواز
فنگ کی تھی ۔
" یاس ! میں اپنے ٹارگٹ پر پہنچ چکا ہوں ۔"
" ہوا ! خود کوئی کاروائی نہ کرنا ، میں رابطہ بدستور قائم رکھوں

گا۔" نقاب پوش نے کہا،

"رائٹ باس ۔۔۔!" ننگ کی آواز آئی پھر خاموشی چھاتی چلی گئی۔ اب اس نے ایک ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر فریکوئنسی سیٹ کر کے ایک بٹن دبایا۔ فوراً زوں زوں کی آوازیں نکلیں، اور سبز بلب جلنے بجھنے لگا۔

"ہیڈ باس سپیکنگ دس اینڈ اوور۔" نقاب پوش نے کہا۔

"یس! بی ہیڈ کنٹرولر اٹینڈنگ یور کال اوور۔" دوسری طرف سے بھاری آواز سنائی دی۔

"جناب! ہیلی کاپٹر تین اہم شہروں پر پہنچ چکے ہیں۔ ایکریمی والوں نے ایک گھنٹے کی مہلت کے بعد کوئی فیصلہ سنانے کی اجازت مانگی تھی جو میں منظور کر لی۔ اوور۔" نقاب پوش نے ہیڈ باس سے کہا۔

"اوکے! میں کامیابی کی خبر سننے کے لیے بے چین ہوں اور کوئی خاص بات اوور۔" بلمارنیہ ہیڈ کوارٹر آف کنٹرولر کی آواز سنائی دی۔

"جی ہاں! ایک اور ہیلی کاپٹر کی ضرورت تھی، میرا ارادہ یہ ہے کہ تینوں ہیلی کاپٹروں کے درمیان رابطہ رکھنے کے لیے ایک اور ہیلی کاپٹر موجود رہے گا۔ اوور۔" نقاب پوش نے کہا۔

"اوکے ۔۔۔! میں ہیلی کاپٹر بھیج رہا ہوں۔ اوور۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے ۔۔۔! اوور اینڈ آل۔" ہیڈ باس نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ مہلت کے بیس منٹ کا وقفہ

گزر چکا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد باہر ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔
ہیڈ باس نے ایک بٹن دبایا اور چند لمحوں بعد ایک آدمی اندر داخل ہوا
"نمبر ٹو کو اپنے ساتھ لے کر ہیلی کاپٹر میں پہنچو۔ بقیہ ہدایات تمہیں ہیلی کاپٹر میں دوں گا۔ او۔کے"
"او کے باس!"۔۔۔ آنے والے نے ادب سے جواب دیا۔
"اور سنو! نقاب پوش نے مزید کہا۔۔۔ قیدیوں پر ایک نظر ڈال لینا۔۔۔ جاؤ"۔ نقاب پوش باس نے کہا اور وہ آدمی سر ہلا کر کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد باہر سے ہیلی کاپٹر کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ اور نقاب کے حلق سے اطمینان بھری سانس نکل گئی۔ مہلت کی میعاد میں پندرہ منٹ رہ گئے۔ اچانک چوکور مشین پر اشارہ موصول ہوا اور نقاب پوش نے چونک کر بٹن آن کیا اور پھر مائک اٹھا کر۔۔۔
"یس۔۔۔! ہیڈ باس"
"باس۔۔۔! ایکرام کے ہیلی کاپٹر میرے گرد چکرا رہے ہیں"۔
دوسری طرف سے ہیڈوں کی تشویش زدہ آواز سنائی دی۔
"اوہ۔۔۔! میں ابھی ایکرام سیکرٹری آف پریذیڈنٹ سے بات کرتا ہوں"۔ نقاب پوش نے چونکتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے اس سے رابطہ قائم کر لیا۔ اس وقت سیکرٹری میٹنگ میں شامل تھا۔
"مسٹر سیکرٹری!"، نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا

"میں فوری طور پر فیصلہ سننا چاہتا ہوں، مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے چند ہیلی کاپٹر ہمارے ہیلی کاپٹروں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"

"مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو، ہمیں ایک دن کی مہلت دو، اتنا بڑا فیصلہ چند لمحوں میں نہیں کیا جا سکتا۔" سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

"یہ ناممکن ہے، اب موت ہی ایکرام کا فیصلہ ہو گی۔" نقاب پوش نے کہا اور پھر دوسرے ہی لمحے اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ اور ہیلی کاپٹروں سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیڈ ون! وہ ہیلی کاپٹر کتنے فاصلے پر ہیں۔" باس نے پوچھا

"دور ہی ہیں، قریب نہیں آ رہے۔" جواب ملا

"اوکے! میں چوتھا ہیلی کاپٹر بھیج رہا ہوں، پہچان نمبر ۴ ہے۔" نقاب پوش بولا۔ اسی لمحے دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا اور نقاب پوش نے جیسے ہی دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ایکرام کے ہر گھر، ہر کوچے، ہر گلی میں خوف پھیلا ہوا تھا. سب لوگ جانتے تھے. سات بجے تک اگر حکومت نے نامعلوم لوگوں کی بات نہ مانی تو ہر فرد ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پہ مجبور ہو جائے گا۔

حکومت ایکرام بھی یہ بات اچھی طرح جانتی تھی. پروفیسر رینزی نے اپنی ایجاد کے بارے میں پوری تفصیل سے حکومت کو آگاہ کیا ہوا تھا. پروفیسر کے بیان کی روشنی میں حکومت ایکرام کو واقعی ایٹمی جراثیموں کی ہلاکت خیزی کا یقین تھا۔ اور اب وہ دوراہے پر کھڑی ہو چکی تھی۔ ایک راستہ اختیار کرتی تو ایکرام پر غلامی کے بادل چھا جاتے۔ دوسرا طریقہ اختیار کرتی تو ایکرام مجموعی طور پر تباہ و برباد ہو جاتا۔ ان میں سے فوری طور پر کوئی بھی راستہ چننا ممکن نہیں تھا۔ انٹیلی جنس اور دیگر ادارے اس فریکوینسی کی تلاش میں تھے۔ جس کے ذریعے نامعلوم شخص رابطہ کرتا تھا۔ لیکن اس ضمن میں سب کو مکمل ناکامی ہوئی تھی۔

بالآخر حکومت کی طرف سے جنگی ہیلی کاپٹر روانہ کیے گئے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تھا کہ شاید اُن تین ہیلی کاپٹروں پر جو تین اہم شہروں پہ موت بن کر پرواز کر رہے تھے. کسی طرح قبضہ کیا جا سکے. سب کو معلوم تھا کہ اگر ان تینوں میں سے کسی ایک ہیلی کاپٹر پہ فائرنگ کی گئی تو نہ صرف ہیلی کاپٹر

تباہ ہو جائے گا۔ بلکہ ایٹمی جراثیم خود فضاء میں پھیل جائیں گے۔ اس کے علاوہ دیگر دو ہیلی کاپٹر تیسرے کی تباہی کا سن کر فوراً موت کا منہ کھول دیں گے۔

لوگ گھروں کی کھڑکیوں، دروازوں، چھتوں سے اوپر آسمان پر دیکھ رہے تھے۔ یہ دارالحکومت تھا۔ دنیا کا دوسرا بڑا شہر، لوگوں کی نگاہ کبھی کبھی آسمان پر ایک ہیلی کاپٹر سے ٹکراتی تھی، جو دور دور تک فضاء میں چکرا رہا تھا۔ ہر فرد کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ شاید یہ سب کا حال یہ تھا جیسے بے موت مر جانا۔

لوگ بار بار گھڑیوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جو رفتہ رفتہ سات بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔ سب ریڈیو کھولے ہوئے تھے۔ جس کے ذریعے اس نامعلوم شخص کے مطالبے کی خبر سنائی گئی تھی کہ ایکرام پر بلمارنیہ کا قبضہ تسلیم کر لے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ اس نامعلوم آدمی یا اس خفیہ تنظیم کا براہ راست تعلق بلمارنیہ سے ہے۔ جو عرصے سے ایکرام کا جانی دشمن رہا تھا۔ سفارتی طور پر بلمارنیہ سے اس واقعے کے متعلق تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن بلمارنیہ نے مکمل خاموشی اختیار کر لی تھی۔

نیشنل میٹنگ ہال میں ایک انتہائی میٹنگ ہو رہی تھی۔ اس میٹنگ میں صدر کے علاوہ تمام متعلقہ آفیسرز شریک تھے۔ صدر کے سیکرٹری کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ کیونکہ وہی اس نامعلوم آدمی سے بات چیت کر رہا تھا۔ اس وقت وہ کھڑا ہو کر کہہ رہا تھا،

"سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ آخر اس نازک وقت کو کیسے ٹالا جائے۔ ان
ذل کے کسی بھی ہیلی کاپٹر کو ہم تباہ نہیں کر سکتے۔ ان حالات میں ہمیں صرف
ا کرنا چاہیے کہ اس نامعلوم آدمی سے رابطہ قائم کر کے مزید ایک دن
مہلت مانگی جائے۔ تاکہ اطمینان سے اس مسئلہ کا کوئی مناسب حل سوچا
سکے"۔ سیکرٹری کی بات کی سب نے تائید کی تھی۔ چنانچہ جب ہیڈ باس
کال آئی تو سیکرٹری نے سخت لہجے میں ایک دن کی مہلت طلب کی۔ اس
وقت پونے سات بجنے والے تھے۔ نامعلوم آدمی نے مہلت دینے سے
نکار کر کے رابطہ فوراً منقطع کر دیا تھا۔

"اوہ! اس نے رابطہ منقطع کر دیا ہے"۔ سیکرٹری کی تشویش زدہ
واز سنائی دی۔

"فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کریں، ہم ملک کو داؤ پر نہیں لگا سکتے"۔
صدر کی جذباتی آواز نے سب کو چونکا دیا۔ ٹرانسمیٹر مشین آپریٹر نے مخصوص
ریکوئنسیوں پر رابطے کے لیے طبع آزمائی شروع کر دی۔ لیکن کسی بھی فریکوئنسی
پر رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔

ادھر سات بجنے کا وقت رفتہ رفتہ قریب آ رہا تھا۔ اچانک سیکرٹری
نے کھڑے ہو کر کہا۔

"اوہ! یہ خیال ہی نہیں رہا، اگر پاکیشیا کے ایکسٹو سے مدد لی
جاتی تو شاید صورت حال بہتر ہو جاتی"۔ سیکرٹری کی آواز بجھی بجھی سی
تھی۔ میٹنگ میں شریک سب افراد اندرونی طور پر بھیانک تباہی سے

کپکپا رہے تھے۔ جو کسی بھی وقت شروع ہونے والی تھی۔ سامنے بڑی سی اسکرین پر آسمان دور دور تک دکھائی دے رہا تھا اور ہیلی کاپٹر ایب عین میٹنگ ہال کے اوپر گردش کر رہا تھا۔ وہ سب بار بار گھڑیوں کو دیکھ رہے تھے اور جوں جوں سوئیاں سات اور بیادہ کی طرف حرکت کر رہی تھی توں توں ہر فرد کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ بھیانک تباہی کسی بھی طرح نہیں رک سکتی تھی۔ کوئی جیالا اس تباہی کے آگے دیوار بننا بھی چاہتا تو نہیں بن سکتا تھا۔ اتنی مجبوری شاید ابھی تک کسی ملک کو پیش نہیں آئی تھی۔

سیکریٹری اپنی گرم دماغی پہ پچھتا رہا تھا جس نے غصے میں آکر اس نامعلوم آدمی کا مطالبہ مسترد کر دیا تھا۔ وہ خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا۔ لیکن اس کا احساس بھیانک تباہی کو روک نہیں سکتا تھا۔ کم نہیں کر سکتا تھا۔

لوگ اپنے دلوں میں ہزاروں وسوسے لیے اس ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھ رہے تھے جو موت کا فرشتہ بن کر فضا میں اڑ رہا تھا۔ اور کسی بھی لمحے وہ اپنا وار کرنے والا تھا۔

لوگ یکایک بری طرح چیخنے چلانے لگے، موت اور زبردست موت چند ہی لمحوں بعد شکنجہ پھیلانے والی تھی۔ موت برحق دیکھ کر لوگ پاگل ہو گئے تھے۔ کئی لوگوں نے سرِ عام اپنے کپڑے پھاڑ لیے۔ وہ سب گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے تھے۔ دکانوں پر لوٹ مار شروع ہو گئی۔ کئی لوگوں نے مختلف جگہوں پر آگ لگا دی۔ حکومت کے خلاف نعرے بلند ہونے لگے۔ اور پھر سب لوگ

ایک جلوس کی شکل میں پاگلوں کی طرح حرکتیں کرتا نعرے لگاتا ہوا میٹنگ ہال کو آگ لگانے کے نعرے بلند کیے جا رہے تھے۔ جلوس کے راستے میں جو چیز بھی آئی وہ تباہ و برباد ہو گئی۔ پھر نجانے کیا ہوا' لوگ ایک دوسرے سے الجھ پڑے اور پھر تو ہر طرف لڑائی شروع ہو گئیں۔ لوگ دیوانوں' شتر بے مہار کی طرح ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے۔ لوگوں کی چیخیں بلند ہونے لگیں ہر طرف فضا میں شور ہی شور برپا ہو گیا۔

لیکن . . . یہ دیوانگی، یہ ہنگامہ اس بڑی تباہی کو روک نہیں سکتا تھا۔ اچانک کسی کی زوردار آواز سنائی دی۔ "لوگو! سات بج گئے . . . !!!" لڑتے ہوئے لوگوں نے چونک کر فضا میں دیکھا جو کسی بھی لمحے ایٹمی جراثیم خارج کرنے والا تھا اور پھر اچانک وہ ہو گیا جس کا انتظار تھا لوگوں کی دلخراش چیخوں سے ایکرام کی زمین کانپ اٹھی۔

کمرے میں دھماکہ ہوتے ہی اور پھر دھواں پھیلتے ہی عمران وغیرہ' بچنے کے باوجود بے ہوش ہو گئے تھے۔ عمران اپنی قوت مدافعت کی بدولت جلد ہی ہوش میں آ گیا۔ کمرے میں پھیلا ہوا دھواں روشندان میں سے باہر نکلا جا رہا تھا۔ صورتِ حال واضح ہوتے ہی عمران جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا یہ اندازہ لگانے میں اسے قطعاً دیر نہ لگی۔ کہ دروازہ باہر

سے بند ہے۔ دوسرے ہی لمحے عمران اپنی جگہ سے دروازے کی طرف دوڑا اور پھر قریب پہنچتے ہی عمران فلائنگ کک کے انداز میں اچھلا۔ اس کی دونوں ٹانگیں بھرپور قوت سے دروازے کی باڈی پر پڑیں فوراً ہی دروازہ کھڑکھڑا کر راہداری میں جا پڑا۔ عمران نے تیزی سے اسٹین گن اٹھائی اور ٹوٹے ہوئے دروازے کے خلاء میں اچھل کر راہداری میں نکلا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا کوئی آدمی، کوئی آواز سنائی نہ دی۔ عمران تیزی سے واپس اپنے کمرے میں آیا۔ تنویر، صفدر، نعمانی، صدیقی اور چوہان فرش پر آڑھے ترچھے پڑے ہوئے تھے۔ نعمانی اور صفدر کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں ابھی تک دبی ہوئی تھیں۔

عمران نے صفدر کی ناک چٹکی میں دبائی۔ چند لمحوں بعد صفدر نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ عمران اسے چھوڑ کر تنویر کی طرف بڑھا۔ ادھر صفدر بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا اور تیزی سے صدیقی کی طرف بڑھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب ہوش میں آ گئے۔ عمران نے باقی ساتھیوں کی رسیاں بھی کھول دیں۔ مکمل طور پر ہوش میں آتے ہی عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"فوراً عمارت میں پھیل جاؤ، کیپٹن شکیل اور پروفیسر رینزی بھی کسی کمرے میں قید ہوں گے۔ ہری اپ" وہ سب دروازے کی طرف بڑھے لیکن اس سے پہلے کہ وہ دروازے کے نزدیک پہنچے۔ راہداری میں قدموں کی چاپیں کمرے کی طرف بڑھتی سنائی دیں۔ عمران نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی۔ اور دوسرے لمحے وہ دروازے سے ہوتا ہوا راہداری میں تھا۔ اس نے ریوالور نکال لیا تھا

سامنے سے دو آدمی اس طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ عمران نے سائلنسر لگے ریوالور سے بیک وقت دو فائر کئے اور آنے والے دونوں آدمیوں کے ہاتھوں سے اسٹین گنیں نکلتی چلی گئیں۔

"سیدھے آ جاؤ!۔۔۔۔ خبردار جو غلط حرکت کی"۔ عمران نے ریوالور ان کی طرف تانتے ہوئے غراہٹ بلند کی۔ وہ دونوں حیرانگی اور خوفزدگی کے تاثرات لیے عمران کے پاس آ گئے۔ اس اثنا میں صفدر وغیرہ بھی باہر آ گئے

"کیا نام ہے۔۔۔۔ تم دونوں کا"؟ عمران پوچھا

"میں نمبر تھری ہوں اور یہ نمبر ٹو"۔ ایک آدمی نے جواب دیا

"تم لوگ کہاں جانے والے تھے؟" عمران نے پوچھا۔ نمبر تھری چند لمحوں کے لیے ہچکچایا اور پھر عمران کے ریوالور لہرانے پر بول اٹھا۔

"ہم دونوں ہیلی کاپٹر میں اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہے تھے"۔ نمبر تھری نے قدرے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"اوہ! تم لوگوں نے اپنا آپریشن شروع کر دیا ہے"؟ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔ "ہاں۔۔۔۔!" نمبر تھری نے جواب دیا

"تفصیل بتاؤ"۔ عمران نے سخت اور تیز لہجے میں کہا۔ اور نمبر تھری نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ عمران کے چہرے پر سختی چھا گئی۔ دوسرے ہی لمحے عمران نے ریوالور کا دستہ باری باری دونوں کی کھوپڑیوں پر رسید کیا اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔

"وقت بہت نازک ہے، صفدر تم اور میں ہیلی کاپٹر میں جائیں گے

باقی سب افراد کو تنویر ہینڈل کرے گا، اب تم لوگ باس کے کمرے کی طرف روانہ ہو جاؤ"۔ اس لمحے ایک طرف سے پروفیسر لڑکھڑاتا ہوا نمودار ہوا۔ عمران نے تنویر کو اشارہ کیا اور وہ سب ایک طرف دوڑتے چلے گئے۔ عمران نے پروفیسر کو پکڑا اور پھر باہر کی طرف بھاگنے لگا۔ صفدر اس کے ساتھ تھا۔ وہ احاطے میں کھڑے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ پروفیسر ریزی نے بولنے کی کوشش کی لیکن عمران نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ تینوں ہیلی کاپٹر میں داخل ہو گئے۔ عمران اور صفدر نے کنٹرول سنبھال کر ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کیا۔ اور چند لمحوں بعد اُن کا ہیلی کاپٹر دارالحکومت کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔

"پروفیسر! آپ کمرے سے کیسے نکلے"۔ عمران نے پروفیسر سے پوچھا جو اُن دونوں کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

"دروازہ کھلا ہوا تھا جب مجھے ہوش آیا تو میں باہر آ گیا"۔ پروفیسر نے جواب دیا۔ "تین اہم شہروں پر تین ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے ہیں پروفیسر! اور ہر ہیلی کاپٹر میں ایک ایک ایٹمی جراثیم بم موجود ہے، مطالبہ تسلیم نہ ہونے کی صورت میں ایٹمی جراثیم فضا میں چھوڑ دیئے جائیں گے"۔ عمران نے موجودہ صورتِ حال بتائی اور پروفیسر سناٹے میں آ گیا۔ "اوہ! میرے خدا، اب کیا ہو گا۔؟" پروفیسر نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"یہ سوچ اگر ایٹمی جراثیم کی ایجاد سے قبل آپکے ذہن میں آئی ہوتی تو پھر

بات تھی، مہلک ایجادات کرتے وقت یہ نہیں سوچا جاتا کہ اگر یہ عالمی امن یا ملکی دفاع کے لیے استعمال کی جائے گی تو دوسری طرف دنیا کو تباہی سے دوچار کر دی جائیں گی۔ ہر ایجاد فلاح کے ساتھ ساتھ عالمی امن کے لیے خطرہ بن جاتی ہے۔" عمران سخت لہجے میں کہتا چلا گیا۔ پروفیسر نے نظریں جھکا لی تھیں اور صفدر عمران کی حالت دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ جب سے وہ ایکرام میں آئے تھے۔ عمران زیادہ تر سنجیدہ ہی رہا تھا۔ جو بجائے خود ایک حیران کن بات تھی۔ اچانک پروفیسر کی آواز آئی۔

"مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے" عمران نے چونک کر پروفیسر کی طرف دیکھا۔ "وہ کیا؟" عمران نے تیزی سے پوچھا۔ پروفیسر نے کچھ بتانے سے پہلے الجھے ہوئے انداز میں صفدر کی طرف دیکھا۔ جیسے اس کی موجودگی میں اپنی بات نہ کہنا چاہتا ہو۔

"آپ بے فکر ہو کر بتائیں" عمران نے اس کا تذبذب دیکھ کر کہا۔ اور پروفیسر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اپنے احساس کے متعلق بتا دیا۔ عمران کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک سبز رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا۔ عمران نے چونک کر بلب کے نیچے لگا ایک بٹن دبا دیا۔ فوراً ہی ایک آواز سنائی دی۔

"ہیلو: تنویر کالنگ یو ۔۔۔۔ ہیلو تنویر کالنگ یو۔" تنویر کی آواز سنتے ہی عمران اور صفدر چونکے۔ سات بجنے میں ابھی دس منٹ باقی تھے۔ "میں عمران سپیکنگ، تنویر! تم کہاں سے بول رہے ہو؟" عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔ اسے حیرت تھی کہ تنویر نے آخر کس طرح ان

سے رابطہ قائم کیا ہے۔ دوسری طرف سے تنویر کی آواز سنائی دی۔

"اس کمرے میں ایک نقاب پوش عجیب ساخت کی مشین کے ذریعے مختلف فریکوئنسیز پر رابطہ قائم کرتا ہے۔ میں نے اسے قابو کر کے ہیلی کاپٹر کی فریکوئنسی دریافت کر لی اور اب اسی فریکوئنسی دریافت کر لی۔ اور اب اسی فریکوئنسی پر بات کر رہا ہوں۔"

"ویری گڈ۔ اب نقاب پوش سے باقی تین ہیلی کاپٹروں کی فریکوئنسی دریافت کرو۔ ہری اپ۔" عمران نے تیزی سے کہا۔ رابطہ اس نے بدستور آن رکھا۔ ان کا ہیلی کاپٹر تیزی سے دارالحکومت کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد تنویر نے دیگر ہیلی کاپٹروں کی فریکوئنسی بتا دی۔ عمران نے اسے رابطہ قائم رکھنے کی ہدایت کی اور پھر اس نے سامنے ایک ہک میں لگے ٹرانسمیٹر پر تنویر کی بیان کردہ فریکوئنسی سیٹ کی۔ فوراً ہی رابطہ مل گیا۔ عمران نے نقاب پوش باس کی آواز سن رکھی تھی۔ چنانچہ وہ اسی کے لہجے میں بولا۔

"کس پوزیشن پر ہو تم لوگ۔ اوور۔"

"ہم اپنے ٹارگٹ پر پہنچ چکے ہیں باس۔" یہ فقرہ تین آدمیوں نے علیحدہ علیحدہ کہا۔ اور یوں عمران کو ان کے ناموں کا علم ہو گیا۔

"تم لوگ فوری طور پر دارالحکومت کی طرف آؤ۔ میں مزید ہدایات وہیں دوں گا اور جب تک میں نہ کہوں، ایٹمی جراثیم خارج نہ کرنا۔ اوکے۔" عمران نے اسی لہجے میں کہا۔

"اوکے باس! ہم آرہے ہیں۔" فنگ اور جارڈی کی آوازیں سنائی دیں جبکہ ہیڈون پہلے ہی دارالحکومت کے اوپر تھا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر آف کرکے ایک طویل سانس لی اور پھر تنویر کو مخاطب کیا
"تنویر کیپٹن شکیل کا کچھ پتہ چلا؟"
"ہاں! وہ ایک کمرے میں بے ہوش پڑا ہوا تھا، وہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔" تنویر نے جواب دیا ——— "اوکے! جو فریکوئنسی تم نے بتائی ہے اس پر کسی سے رابطہ نہ کرنا ورنہ سارے پروگرام پر پانی پھر جائے گا۔" عمران نے کہا ——— "اوکے! تم رابطہ قائم رکھنا۔" تنویر نے کہا۔ عمران نے اوکے کہہ بٹن آف کر دیا۔
عمران نے سامنے دیکھا اور اُسے وہ ہیلی کاپٹر دکھائی دیا جو دارالحکومت کو نشانہ بنانے والا تھا۔ عمران نے صفدر کی اسٹین گن اٹھائی اور پھر انتہائی تیزی سے ہیلی کاپٹر اس کی طرف بڑھاتا چلا گیا۔ نیچے اُسے لوگوں کی چیخ دپکار سنائی دے رہی تھی۔
سات بجنے والے تھے دوسری طرف ہیڈون اس ہیلی کاپٹر کو باس کا بیان کردہ ہیلی کاپٹر سمجھ کر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ عمران کا ہیلی کاپٹر جیسے ہی قریب پہنچا، عمران نے اپنا جسم دائیں طرف سے تھوڑا سا باہر نکالا، اور پھر ہیڈون کا ہیلی کاپٹر نشانے رکھتے ہوئے برسٹ فائر کر دیا۔ گولیاں ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔ دوسرے ہی لمحے ہیلی کاپٹر کی ٹینکی پھٹ گئی، ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اور ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے

فضا میں دور دور تک بکھر کر نیچے کھڑے لوگوں پر گرتے چلے گئے ہر طرف چیخ و پکار ہونے لگی، ظاہر ہے، ایٹمی جراثیم والا بھی بم تباہ ہو گیا تھا۔ اور اب ایٹمی جراثیم فضا میں لوگوں کو پھیلتے محسوس ہو رہے تھے۔

لوگوں کی وحشت عروج پر پہنچ گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے قیامت صغریٰ آ گئی ہو۔ ادھر عمران کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات تھے چند ہی لمحوں بعد دو اور ہیلی کاپٹر عمران وغیرہ کی طرف بڑھتے چلے آئے عمران نے صفدر کو تیار رہنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر جیسے ہی دونوں ہیلی کاپٹر زد پر آئے، عمران اور صفدر نے فائرنگ کی۔ گولیاں ہیلی کاپٹروں سے ٹکرائیں دوسرے لمحے کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا۔ اور دونوں ہیلی کاپٹروں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، حتیٰ کہ کچھ بھی باقی نہ رہا۔

"آپ کا خیال صحیح تھا پروفیسر!" عمران نے مسکراتے ہوئے پروفیسر کی طرف دیکھا، چند لمحوں بعد ان کا ہیلی کاپٹر تیزی سے اسی عمارت کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ پندرہ منٹ سے بھی کم وقفے میں وہ عمارت کے احاطے میں اتر گئے، وہ تینوں نیچے اترے۔ سامنے تنویر وغیرہ نقاب پوش کو کور کئے نکلتے دکھائی دیئے

"کیا رہا —— ایٹمی جراثیم چھوڑ دیئے گئے یا. . ." کیپٹن شکیل بے تابی سے پوچھا۔

"تینوں ہیلی کاپٹر کامیابی سے تباہ کر دیئے گئے ہیں" صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ —! اس کا مطلب ہے ایٹمی جراثیم پھیل

کھیل رہے ہیں۔" نقاب پوش کی تھکی تھکی آواز سنائی دی۔
نہیں۔۔۔ !!! عمران نے جواب دیا، اور نقاب پوش سمیت باقی افراد بھی بری طرح چونک اٹھے۔
"کیا مطلب ؟" سب نے حیرانگی سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔
"مسٹر نقاب پوش! پہلے تم برقعہ اتارو پھر ساری بات کی وضاحت ہو جائے گی۔" عمران نے کہا اور تنویر نے ایک ہی جھٹکے میں نقاب الٹ دیا یہ بلغاریہ کا باشندہ تھا۔ چہرہ بے حد کرخت تھا۔
"اب اصل بات سنو! تمہارے ایٹمی جراثیم والے تینوں بم نقلی تھے" عمران کی بات سن کر ہیڈ باس چونک پڑا
"لیکن یہ نقلی بم کہاں سے آگئے" ہیڈ باس نے بجھے ہوئے لہجے میں پوچھا —— "پروفیسر نے انہیں پہچان لیا تھا۔" عمران نے جواب دیا۔ تو ہیڈ باس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔



عمران، پروفیسر رینزی، لانسن اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک ہوٹل کے کمرے میں موجود تھا۔ لانسن سے اصل حقائق معلوم کر لئے گئے تھے۔ لانسن اور پروفیسر رینزی نے جو کچھ بتایا اس کے مطابق،

"جب ایٹمی جراثیم والے بم سنٹرل لیبارٹری کی طرف بھیجے گئے تو اصل تین بم اور تین نقلی بم علیحدہ علیحدہ دو تھیلیوں میں تھے۔ جہاز کے حادثے کے بعد لانسن دونوں میں سے ایک تھیلا لے کر جزیرے پر پہنچا تھا۔ اور یہ تھیلا نقلی بموں والا تھا۔ اصلی بم سمندر میں ہی غرق ہو گئے تھے۔ یہ نقلی بموں والا تھیلا لانسن نے بمشکل اس گڑھے میں چھپا دیا تھا۔ لانسن کو اصلی اور نقلی بموں کی پہچان نہیں تھی چنانچہ سارے چکر میں نقلی بم ہی استعمال کئے جاتے رہے۔"

پروفیسر نے بتایا کہ اصل بم اتنا عرصہ پانی میں رہے ہیں کہ اب ان کا اثر زائل ہو گیا ہو گا۔ ویسے بھی اب وہ دفینہ ہی بن گئے ہیں۔

دوسرے دن جب پروفیسر نے حکومت ایکریمیا کو عمران وغیرہ کے کارنامے سے آگاہ کیا تو انہیں خصوصی تمغے دیئے گئے۔ صدر نے بذاتِ خود ملاقات کی۔ سارے ایکریمیا میں عمران وغیرہ کا چرچا ہو رہا تھا انہیں پارٹیاں دی جا رہی تھیں، پاکیشیا کے ان جیالوں کو ہر طرف سے شکریے وصول ہو رہے تھے۔ جنہوں نے بلمارنیہ کا بھیانک منصوبہ خاک میں ملا دیا

دوسری طرف ایٹمی جراثیم اب دفینہ بن چکے تھے جو کبھی تلاش نہ کیا جا سکتا تھا۔ جس کے لیے اتنا بھیانک ہنگامہ ہوا تھا۔ وہ دفینہ بس کے لیے موت کا خوفناک کھیل کھیلا گیا تھا۔